

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ

بے شک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اُتاری اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن

جلد اوّل

خزائن العرفان فی تفسیر القرآن

ترجمہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

مع

افادات و اضافات

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین ناصر عطاری المدنی



ناشر:
بزمِ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

''ابتدائیہ''

قرآن کریم اللہ عزوجل کی نازل کردہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جو علم ومعرفت کا وہ چمکتا دمکتا آفتاب ہے جو نہ صرف مردہ دلوں میں حرارت پیدا کر کے نئی روح پھونکتا ہے اور امید کی بہار دکھاتا ہے بلکہ کفر کی تاریک بھٹکتی راہوں میں ہدایت نور دے کر صراطِ مستقیم پر لاتا ہے۔

یہ کتاب انسان کو خود شناس بھی بناتی ہے اور خدا شناس بھی۔

غرض یہ کتاب سراپا اعجاز ہے۔

احباب کی خواہش تھی کہ میں قرآن کریم کے سلسلے میں کوئی ایسی خدمت انجام دوں جو لوگوں کو قرآن فہمی کی طرف مائل کرے اور انھیں قرآن کریم کے قریب لائے تاکہ وہ اس روشن کتاب کی روشنی میں اس کے مواعظ ونصیحت ارشادات و احکامات، دلائل ومسائل حالات وواقعات کو پڑھنے، سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں کسی تامل کا شکار نہ ہوں اور انھیں قرآن کریم کی عزت وعظمت اسکی حرمت وحکمت اور اس میں پائے جانے والی عبرت سے بخوبی آگاہی ہو۔

چنانچہ میں نے اس سلسلے میں غور کیا تو خود کو بھی کم فہم اور ناقص العلم پایا چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اپنے اکابرین میں سے کسی کے نقشِ پائے مبارک کا سہارا لوں اور اس مبارک کام کو کرنے کی کوشش شروع کروں۔

اللہ عزوجل کا فضل اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر رحمت اور میرے مرشدِ کریم کی نظر کرم تھی کہ میں نے ہمت پکڑی اور اپنے علماء اکابرین میں سے صدر الدفاضل حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کی مایۂ ناز و بے مثل تفسیر خزائن العرفان کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھا اور اس مبارک تفسیر کی روشنی میں افادات واضافات شامل کر کے بزرگوں کا فیض عوام تک پہنچانے کی ادنیٰ سی کوشش کی۔

قارئین اس میں سے جو بھی برکتیں پائیں انھیں ہمارے اکابرین کی برکتوں کا ایک زرہ سمجھیں۔ اور خدانخواستہ کوئی نقص پائیں تو وہ میری کم علمی کم فہمی کا شاخسہ جانیں رب کریم اس ادنیٰ ترین کاوش کو اپنے محبوبوں کے صدقے قبول فرما کر اسے میرے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین۔ بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)

نوٹ:

خیال رہے کہ زیر نظر تفسیر ''تفسیر خزائن العرفان مع افادات واضافات'' کی ابتداء میں حصولِ برکت کے لئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا تحریر کردہ مقدمہ شامل کیا گیا ہے جو آپ علیہ رحمۃ نے اپنی عظیم الشان تفسیر ''تفسیر نعیمی'' کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔۔۔علاوہ ازیں

قرآن کریم کی یہ تفسیر بنام ''خزائن العرفان مع افادات واضافات'' چند خصوصیات کی حامل ہے۔

(۱) قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا بے مثل و بے نظیر ترجمہ قرآن بنام ''کنز الایمان'' کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(۲) عوام کی آسانی کے لئے ترجمۂ قرآن میں کہیں کہیں قوسین میں مشکل الفاظ کے آسان معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔عرض ہے کہ یہ ترجمہ قرآن بنام ''آسان کنز الایمان'' راقم نے دوسال قبل تحریر کیا تھا جو بازار میں دستیاب ہے۔

(۳) تفسیر خزائن العرفان کی روشنی میں شامل کئے گئے افادات و اضافات کے لئے علمائے اہلسنت کی مایۂ ناز و گرانقدر کتب سے استفادہ کیا گیا ہے تا کہ جو بات بھی بیان کی جائے تحقیقی مدلل اور مکمل طور پر مصدقہ ہو۔

(۴) افادات و اضافات میں ضرورتاً کہیں کہیں تخریج کا کام بھی کیا گیا ہے۔

(۵) افادات و اضافات بیان کرتے ہوئے اکثر جگہوں پر عوام کو نیک اعمال پر ترغیبات بھی دلائی گئیں ہیں تا کہ قرآن کے اصل مقصد کو عملی جامہ پہنایا جاسکے کیونکہ قرآن محض تلاوت کے لئے نہیں بلکہ عمل کے لئے بھی نازل ہوا ہے۔

(٦) تفسیر مذکور میں کوششیں کی گئی ہے کہ ضمناً کچھ مسائل بھی ساتھ ساتھ بیان کر دیئے جائیں تا کہ شرعی نظر کی وضاحت بھی ہوتی رہے۔

(۷) صدر الافاضل حضرت علامہ مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ الہادی کی تفسیر خزائن العرفان کچھ بڑے فونٹ میں پیش کی گئی جبکہ افادات و اضافات کا فونٹ نسبتاً کچھ چھوٹا رکھا گیا ہے تا کہ دونوں میں فرق محسوس ہو اور قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے کہ وہ اس وقت خزائن العرفان کا مطالعہ کرنے کی سعادت پا رہے ہیں یا اس کے ضمن میں پیش کئے گئے افادات و اضافات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

رب کریم اس کاوش کے عظیم مقصد کو پورا فرماتے ہوئے اسے عوام الناس کے نفع بخش بنائے اور اس کا اجر بصورت اپنی رضا مجھ ناچیز کو عطا فرمائے۔(آمین۔بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی

مدینہ: اس کوشش میں دعوت اسلامی کی مجلس المدینۃ العلمیہ کی کتب سے ضرورتاً استفادہ کیا گیا ہے۔

مقدمہ

از حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی

لفظ قرآن کے معنی اور اس کی وجہ تسمیہ: لفظ قرآن یا تو قرء سے بنا ہے یا قراءۃ سے یا قرن سے (تفسیر کبیر پارہ ۲) قرء کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ اب قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بھی سارے اولین و آخرین کے علموں کا مجموعہ ہے (تفسیر کبیر، روح البیان پارہ ۲) دین دنیا کا کوئی ایسا عمل نہیں جو قرآن میں نہ ہو اسی لئے حق تعالیٰ نے خود فرمایا کہ نزلنا علیك الکتب تبیاناً لکل شئی نیز یہ سورتوں اور آیتوں کا مجموعہ ہے۔ نیز یہ تمام بکھروں کو جمع کرنے والا ہے دیکھو ہندی، سندھی، عربی، عجمی لوگ ان کے لباس، طعام، زبان طریق زندگی سب الگ الگ کوئی صورت نہ تھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بکھرے ہوئے بندے جمع ہوتے۔ لیکن قرآن کریم نے ان سب کو جمع فرمایا اور ان کا نام رکھا مسلمان خود فرمایا سما کم المسلمین جیسے کہ شہد مختلف باغوں کے رنگ برنگ پھولوں کا رس ہے مگر اب ان سب رسوں کے مجموعہ کا نام شہد ہے۔ اسی طرح ''مختلف ملکوں'' مختلف زبانوں کے لوگ ہیں۔ مگر اب ان کا نام ہے مسلمان تو گویا یہ کتاب اللہ کے بندوں کو جمع فرمانے والی ہے اسی طرح زندوں اور مردوں میں بظاہر کوئی علاقہ باقی نہ رہا تھا لیکن اس قرآن عظیم نے ان کو بھی خوب جمع فرمایا کہ مردے مسلمان زندوں سے فیض لینے لگے کہ اسی قرآن سے ان پر ایصال ثواب وغیرہ کیا جاتا ہے اور زندے وفات شدہ لوگوں سے کہ وہ حضرات اسی قرآن کی برکت سے ولی قطب، غوث، بنے اور ان کا فیض بعد وفات جاری ہوا انشاء اللہ اس کی بحث و ایاك نستعین میں آئے گی۔

اور اگر یہ قراءۃ سے بنا ہے تو اس کے معنی ہے پڑھتی ہوئی چیز۔ تو اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اور انبیائے کرام کو کتابیں یا صحیفے حق تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے لیکن قرآن کریم پڑھا ہوا اترا۔ اس طرح کہ جبریل امین حاضر ہوتے اور پڑھ کر سنا جاتے اور یقیناً پڑھا ہوا نازل ہونا لکھے ہوئے نازل ہونے سے افضل ہے۔ جس کی بحث دوسری فصل میں آتی ہے نیز جس قدر قرآن کریم پڑھا گیا اور پڑھا جاتا ہے اس قدر کوئی دینی دنیوی کتاب دنیا میں نہ پڑھی گئی۔ کیونکہ جو آدمی کوئی کتاب بناتا ہے۔ وہ تھوڑے سے لوگوں کے پاس پہنچتی ہے اور وہ بھی ایک آدھ دفعہ پڑھتے ہیں۔ اور پھر کچھ زمانہ بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پہلی آسمانی کتابیں بھی خاص خاص جماعتوں کے پاس آئیں اور کچھ دنوں رہ کر پہلے تو بگڑیں پھر ختم ہو گئیں جس کا ذکر تیسری فصل میں انشاء اللہ آئے گا لیکن قرآن کریم کی شان ہے کہ سارے عالم کی طرف آیا اور ساری خدائی میں پہنچا سب نے پڑھا بار بار پڑھا اور دل نہ بھرا۔ اکیلے پڑھا، جماعتوں کے ساتھ پڑھا۔ اگر کبھی تراویح کی جماعت یا شبینہ دیکھنے کا اتفاق ہو تو معلوم ہوگا کہ اس عظمت کے ساتھ کوئی کتاب پڑھی ہی نہیں گئی۔ پرلطف بات یہ ہے کہ اس کو مسلمان نے بھی پڑھا اور کفار نے بھی پڑھا۔ لطیفہ۔ ایک بار رام چندر آریہ نے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ مجھے قرآن کریم کے چودہ پارے یاد ہیں بتائیے آپ کو میرا وید کتنا یاد ہے حضرت موصوف نے

فرمایا۔ یہ تو میرے قرآن کا کمال ہے کہ دوست تو دوست تو دشمنوں کے سینوں میں بھی پہنچ گیا اور تیرے وید کی یہ کمزوری ہے کہ دوستوں کے دل میں بھی گھر نہ کرسکا۔ اور بقول تمہارے دنیا میں وید کو آئے ہوئے کروڑوں بس ہو چکے لیکن ہندوستان سے آگے نہ نکل سکا۔ مگر قرآن کریم چند صدیوں میں تمام عالم میں پہنچ گیا۔

اور اگر یہ قرن سے بنا ہے تو قرن کے معنی ہیں ملنا۔ اور ساتھ رہنا۔ اب اس کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ہیں نیز اس کی سورتیں اور آیتیں ہر ایک بعض بعض کے ساتھ ہیں کوئی کسی کے مخالف نہیں نیز اس میں عقائد اور اعمال اور اعمال میں اخلاق، سیاسیات، عبادات، معاملات تمام ایک ساتھ جمع ہیں نیز یہ مسلمان کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے دل کے ساتھ، خیال کے ساتھ، ظاہری اعضاء کے ساتھ اور باطنی عضووں کے ساتھ دل میں پہنچا۔ اس کو مسلمان بنایا ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کو حرام کاموں سے روک کر حلال میں مشغول کر دیا غرضیکہ سر سے لے کر پاؤں تک کے ہر عضو پر اپنا رنگ جما دیا۔ پھر زندگی میں ہر حالت میں ساتھ بچپن میں ساتھ جوانی میں ساتھ، بڑھاپے میں ساتھ۔ پھر ہر جگہ ساتھ رہا تخت پر ساتھ۔ تختے پر ساتھ گھر میں ساتھ مسجد میں ساتھ، آبادی میں ساتھ، غرضیکہ ہر حال میں ساتھ پھر مرتے وقت ساتھ کہ پڑھتے اور سنتے ہوئے مرے قبر میں ساتھ کہ بعض صحابہ کرام کو ان کو وفات کے بعد قبر میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے سنا گیا۔ اور حشر میں ساتھ کہ گناہ گار کو خدا سے بخشوائے پل صراط پر نور بن کر مسلمان کے آگے آگے چلے اور راستہ دکھائے اور بتائے اور جب مسلمان جنت میں پہنچے گا تو فرمایا جائے گا کہ پڑھتا جا اور بڑھتا جا غرضیکہ یہ مبارک چیز کبھی بھی ساتھ نہیں چھوڑتی اس کا دوسرا نام فرقان بھی ہے۔ یہ لفظ فرق سے بنا ہے اس کے معنی میں فرق کرنے والی چیز قراان کو فرقان اس لئے کہتے ہیں کہ حق و باطل، جھوٹ اور سچ مومن اور کافر میں فرق فرمانے والا ہے قرآن بارش کی مثال ہے دیکھو کسان زمین کے مختلف حصوں میں مختلف بیج بو کر چھپا دیتا ہے کسی کو پتہ نہیں لگتا کہ کہاں کون سا بیج بویا ہوا ہے۔ مگر بارش ہوتے ہی جہاں جو بیج دفن تھا، وہاں وہی پودا نکل آتا ہے تو بارش زمین کے اندر تخم کو ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سینوں میں ہدایت، گمراہی، سعادت، شقاوت، کفر و ایمان کے مختلف تخم امانت رکھے نزول قرآن سے پہلے سب یکساں معلوم ہوتے تھے صدیق و ابوجہل، فاروق و ابولہب میں فرق نہیں آتا تھا قرآن نے نازل ہو کر کھرا اور کھوٹا علیحدہ کر دیا صدیق کا ایمان زندیق کا کفر ظاہر فرما دیا لہٰذا اس کا نام فرقان ہوا یعنی ان میں فرق ظاہر فرمانے والا قرآن کریم کے کل ۳۲ نام ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ شروع سورۂ بقرہ ذالك الكتاب میں بیان کی جائیگی۔

نزول قرآن کریم میں:

نزول کے معنی ہیں اوپر سے نیچے اترنا اور کلام میں اترنا کلام میں نقل و حرکت نہیں ہوسکتی لہٰذا اس کے اترنے اور نقل و حرکت کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو کسی چیز پر لکھا جائے اور اس چیز کو منتقل کیا جائے جیسے کہ ہم کوئی بات خط میں لکھ کر بھیج دیں تو وہ بذریعہ اس کاغذ کے منتقل ہوئی اس طرح پہلی کتابوں کا نزول ہوا تھا یا کسی آدمی سے کوئی بات کہلا کے بھیج دی جائے اس صورت میں حرکت کرنے والا وہ آدمی ہوگا اور وہ کلام اس کے ذریعے سے حرکت کرے گا اور یا بغیر کسی واسطے کے سننے

والے سے گفتگو کر لی جائے قرآن کریم کا نزول ان پچھلے دو طریقوں سے ہوا یعنی جبریل امین آتے تھے اور آ کر سناتے تھے۔ یہ نزول بذریعہ قاصد ہوا اور قرآن کریم کی بعض آیتیں معراج میں بھی بغیر واسطہ جبریل امین عطا فرمائی گئیں جیسا کہ مشکوۃ شریف باب المعراج میں ہے کہ سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں حضور علیہ السلام کو معراج میں عطا فرمائی گئی لہٰذا قرآن پاک کا نزول دوسری آسمانی کتابوں کے نزول سے زیادہ شاندار ہے کہ وہ لکھی ہوئی آئیں۔ یہ بولا ہوا آیا اور لکھنے اور بولنے میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ بولنے کی صورت میں بولنے کے طریقے سے اتنے معنی بن جاتے ہیں کہ جو لکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک شخص نے ہم کو لکھ کر دیا کہ تم دہلی جاؤ گے ہم لکھی ہوئی عبارت سے ایک ہی مطلب حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس جملے کو اگر وہ بولے تو پانچ چھ طریقے سے بول کر اس میں وہ پانچ چھ معنی پیدا کر سکتا ہے ایسے لہجوں سے بول سکتا ہے کہ جس سے سوال، حکم، تعجب، تمسخر وغیرہ کے معنی پیدا ہو جائیں۔ مجھ سے ایک شخص نے کہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاروں کے بارے میں فرمایا ھذا ربی یہ میرا رب ہے اور یہ شرک ہے۔ انبیائے کرام شرک سے معصوم ہوتے ہیں پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم کو یہ جملہ لکھا ہوا ملا۔ اس سے ہم ان کی مراد کے سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں ممکن ہے کہ انہوں نے اس کو اس طرح بولا ہو کہ جس سے انکار یا سوال کے معنی پیدا ہو گئے ہوں تو حقیقت میں یہ کلام ان چیزوں کی بوبیت کے انکار کے لئے ہو غرضیکہ بولنے اور لکھنے میں بڑا فرق ہے۔ (فائدہ) کوئی انسان قرآن کریم کو صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نہیں جان سکتا اس کی چند وجہیں ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے قرآن کریم جبریل امین کی زبان سے نہ سنا۔ لہٰذا ادا کرنے میں جو اسرار و نکات حاصل ہوئے ہوں گے ان تک ہمارا دماغ کیسے پہنچ سکتا ہے۔

قرآن کریم کا نزول چند طریقے سے اور چند بار ہوا ہے۔ اولا لوح محفوظ سے پہلے آسمان کی طرف نزول ہوا کہ یکبارگی ماہ رمضان کی شب قدر میں ہوا۔ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔

قرآن پاک کا نزول کتنی بار ہوا:

شھر رمضان الذی انزل فیہ القران اور انا انزلنہ فی لیلۃ القدر پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تقریباً تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا بقدر ضرورت آتا رہا۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ رمضان میں جبریل امین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سارا قرآن سنایا کرتے تھے اور بعض بعض آیتیں دو دو بار بھی نازل ہوئی ہیں جیسے سورۃ فاتحہ وغیرہ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کا نزول کئی طریقے سے ہوا لیکن احکام اس نزول سے جاری فرمائے جاتے تھے جو بذریعہ جبریل امین تھوڑا تھوڑا آتا تھا ہماری اس تقریر سے ایک بڑا اعتراض بھی اٹھ گیا وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں کہیں نزلنا فرمایا اور کہیں انزلنا اور نزلنا کا معنی ہے آہستہ آہستہ ہم نے اتارا انزلنا کا معنی ہے یکبارگی اتار دیا ان دونوں آیتوں کی مطابقت کیسے کی جائے جواب معلوم ہو گیا کہ چند بار نزول ہوا ہے۔ اور ان آیتوں نے الگ الگ نزولوں کو بیان فرمایا ہے نزول قرآن اور دیگر آسمانی کتب کے نزول میں تین طرح فرق ہے ایک یہ کہ وہ کتب لکھی ہوئی آئیں قرآن پڑھا ہوا یعنی وہ سب تحریری، قرآن تقریری۔ دوسرے یہ کہ وہ سب ان

پیغمبروں کو خاص جگہ بلا کر دی گئیں مگر قرآنی آیات عرب کے گلی کوچوں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر شریف میں آئیں تا کہ حجاز کا ہر ذرہ عظمت والا ہو جائے کہ وہ قرآن کا جائے نزول ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ کتب یکبارگی اتریں قرآن کریم ۲۳ سال میں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی رہے اور مسلمانوں کو عمل آسان ہو کیونکہ یکدم سارے احکام پر عمل مشکل ہوتا ہے۔ دیکھو بنی اسرائیل ایک دم تورات ملنے سے گھبرا گئے اور بولے۔ **سمعنا وعصینا**

قرآن کا نزول حضور علیہ السلام پر کیوں ہوا:

بندوں کے لئے ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے احکام کو مانیں لیکن یہ ماننا جب ہی ضروری ہوگا جب کہ وہ احکام نبی پاک زبان سے ادا ہوں حق تعالیٰ تو بلا واسطہ کسی غیر نبی سے کلام نہیں فرماتا۔ اگر جبریل امین انسانی شکل میں آ کر لوگوں کو احکام سنا جاتے تو بھی ان پر عمل کرنا ضروری نہ ہوتا اسی طرح کوئی غیر نبی خواب یا الہام یا غیبی آواز سے کسی حکم پر مطلع ہو جائے تو اس کا ماننا شرعاً لازم نہ ہوگا مشکوۃ شریف کے شروع میں ہے کہ ایکبار حضرت جبریل امین شکل انسانی میں سائل بن کر حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے، اسلام کیا ہے، احسان کیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیئے جب وہ دریافت کر کے چلے گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ جبریل امین تھے اور تم کو تمہاری دینی باتیں سکھانے آئے تھے۔ دیکھو اس موقع پر حضرت جبریل امین نے خود ہی نہ کہہ دیا کہ اے صاحبو! میں جبریل ہوں اور تم کو فلاں فلاں بات کا حکم کرتا ہوں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میری اطاعت ان حضرات پر واجب نہ ہوگی۔ اس لئے حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے وہ کلمات لوگوں کو سنوائے۔ اماموں کا قیاس بھی حق تعالیٰ کے فرمان یا حضور کے ارشاد پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمارے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ ع

اصل اصول بندگی اس تاجور کی ہے!

کہ نبی کی ہی اطاعت درحقیقت حق تعالیٰ کی اطاعت ہے (فائدہ) پیغمبر کا خواب اور ان کا الہام وغیرہ بھی وحی کی طرح قابل اطاعت ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے فرزند کو ذبح کر دو حالانکہ بے قصور آدمی کو قتل کرنا شریعت کے خلاف تھا لیکن آپ کے اس خواب نے اس حکم شرعی کو آپ کے حق میں منسوخ کر دیا آج اگر کوئی مسلمان یہ خواب دیکھے تو وہ محض اپنے خواب پر ایسے کام کی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ یہ خلاف شریعت ہے۔

قرآن اور حدیث کا فرق:

قرآن اور حدیث دونوں ہی وحی الٰہی ہیں۔ دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔ فرق اتنا ہے کہ قرآن کریم کی عبارت خدا کی طرف سے ہے اور مضمون بھی۔ گویا جس طرح حضرت جبریل امین نے آ کر سنایا اسی طرح بلا کسی فرق کے حضور علیہ السلام نے بیان فرما دیا حدیث میں یہ ہے کہ مضمون رب کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ حضور علیہ السلام کے اپنے ہوتے ہیں اب اس مضمون کا رب کی طرف سے آنا یا بطور الہام ہوتا ہے یا فرشتہ ہی عرض کرتا ہے لیکن اس کی ادا حضور علیہ السلام کے اپنے الفاظ سے ہوتی ہے اسی لئے اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے لیکن اس کی تلاوت نماز میں بجائے قرآن شریف کے

نہیں ہوسکتی کیونکہ عمل مضمون پر ہوتا ہے اور تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک کے احکام حدیث سے منسوخ ہوسکتے ہیں ہم اس کی پوری بحث انشاء اللہ تعالیٰ ما ننسخ من ایة او ننسها میں کریں گے دیکھو غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے مگر حدیث نے اس کا منسوخ کیا وغیرہ وغیرہ اسی لئے قرآن پاک فرماتا ہے **ویعلمهم الکتب والحکمة** یعنی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو قرآن شریف اور حکمت سکھاتے ہیں۔ اگر حدیث شریف ماننے کی ضرورت نہ ہوتی تو حکمت کا ذکر نہ فرمایا جاتا فقط کتاب کا ذکر ہی کافی تھا حدیث ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن ناقص ہے قرآن پاک بالکل مکمل کتاب ہے لیکن اس مکمل میں سے مضامین حاصل کرنے کے لئے مکمل ہی انسان کی ضرورت تھی اور وہ نبی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ سمندر میں موتی ضرور ہیں لیکن ان کے حاصل کرنے کے لئے کسی غواص (غوطہ خور) کی ضرورت ہے اگر قرآن پاک سے مسائل ہر شخص نکال لیا کرتا تو اس کے سکھانے کے لئے پیغمبر کیوں بھیجے جاتے۔ اس کی پوری بحث انشاء اللہ آئندہ ہوگی اور جس طرح کہ قرآن شریف ہوتے ہوئے حدیث پاک کے ماننے کی ضرورت ہے اور حدیث کے ماننے سے قرآن کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا اسی طرح حدیث وقرآن کے ہوتے ہوئے ہم جیسوں کو فقہ کے ماننے کی بھی ضرورت ہے اور فقہ ماننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن وحدیث ناقص ہوں۔ اسی لئے قرآن کریم نے عام حکم فرمادیا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور اپنے میں امر والوں (علماء مجتہدین) کی یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر قول وفعل جو منقول ہو جائے وہ حدیث ہے خواہ ہمارے لئے لائق عمل ہو یا نہیں مگر سنت صرف ان اقوال واعمال کو کہا جاتا ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہوں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **علیکم بسنتی** تم پر میری سنت لازم ہے۔ یہ نہ فرمایا **علیکم بحدیثی**۔ لہٰذا دنیا میں کوئی شخص اہل حدیث نہیں ہوسکتا کیونکہ تمام حدیثوں پر عمل ناممکن ہاں اہل سنت ہوسکتا ہے یعنی تمام سنتوں پر عمل۔

قرآن پاک کی ترتیب اور اس کا جمع ہونا:

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن پاک لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا قرآن کریم فرماتا ہے، **قرآن مجید فی لوح محفوظ**، پھر وہاں سے پہلے آسمان پر لایا گیا پھر وہاں تیئس سال میں آہستہ آہستہ حضور علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا مگر یہ نازل ہونا اس لکھے ہوئے کی ترتیب کے موافق نہ تھا کیونکہ یہ نزول بندوں کی ضرورت کے مطابق ہوتا تھا جس آیت کی ضرورت ہوئی وہی آ گئی مثلاً اگر اول ہی سے شراب کے حرام ہونے کی آیتیں اتر آتیں تو یقیناً عرب کے نئے مسلمانوں کو دشواری واقع ہوتی کیونکہ وہاں عام طور پر شراب پی جاتی تھی اسی طرح سارے احکام کو سمجھ لو لیکن چونکہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک لوح محفوظ وغیرہ پر تھی اس لئے آپ ہر آیت کے نزول کے وقت اس کو ترتیب سے جمع کرا دیتے تھے اس طرح کہ جو حضرات کاتب وحی مقرر تھے ان کو فرما دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد رکھو اور یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق تھی اور طریقہ اس وقت یہ تھا کہ حضرت زید بن ثابت و دیگر بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس خدمت کو انجام

دینے کے لئے مقرر تھے۔
جس وقت جو آیت اترتی حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق اونٹ کی ہڈیوں پر کھجور کے پٹھوں پر اور مختلف کاغذوں پر لکھ لیتے تھے۔ اور یہ چیزیں متفرق طور پر لوگوں کے پاس رہیں لیکن ان حضرات کو زیادہ اعتماد حفظ پر تھا یعنی عام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پورے قرآن کے حافظ تھے جیسا کہ آج حافظ ہیں بلکہ اس سے زیادہ تو یوں سمجھو کہ قرآن پاک کی ترتیب خود حضور علیہ السلام نے دیدی تھی لیکن ایک جگہ کتابی شکل میں جمع نہ فرمایا تھا۔ اس کی تین وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ چونکہ صدہا حافظ اس کو اسی ترتیب سے یاد کر چکے تھے جو آج تک چلی آرہی ہے اور نماز میں پڑھنا فرض تھا۔ اور نماز کے علاوہ بھی صحابہ کرام برکت کے لئے اس کو اکثر اوقات پڑھتے ہی رہتے تھے اس لئے اس کے ضائع ہونے کا کچھ اندیشہ نہ تھا اور دوسرے یہ کہ جہاد اور دیگر ضروریات کی وجہ سے اتنا موقع نہ مل سکا کہ اس کو ایک جگہ جمع کیا جاتا اور تیسرے یہ کہ جب تک کہ پورا قرآن پاک نہ آجاتا اس کو جمع کرنا غیر ممکن تھا کیونکہ ہر سورت کی کچھ آیات اتر چکی تھیں کچھ اترنے والی ہوتی تھیں حضور کی وفات سے کچھ روز پہلے نزول قرآن کی تکمیل ہوئی غرضیکہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک میں قرآن کریم کتابی شکل میں ایک جگہ جمع نہ ہوسکا البتہ مرتب ہو گیا اللہ کی شان کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یعنی حضور علیہ السلام کی وفات ہی کے سال ملک یمامہ کے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں سے صحابہ کرام کو سخت جنگ کرنی پڑی اور اس جنگ میں تقریباً سات سو حافظ قرآن بھی شہید ہو گئے تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ صدیقی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اس طرح حافظ اور قراء شہید ہوتے رہے تو بہت جلد قرآن پاک ضائع ہو جائے گا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا جنہوں نے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں وحی لکھنے کی خدمت انجام دی تھی اور اس کا مہتمم حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا کہ تم تمام جگہ سے قرآن پاک کی آیات جمع کر کے کتابی شکل میں تیار کرو زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے (نوٹ) اس سے بدعت حسنہ کا ثبوت ہوا حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے ان تمام آیتوں کو یکجا جمع کیا جو کہ لوگوں کے سینوں اور کھجور کے پٹھوں اور ہڈیوں میں لکھی ہوئی تھیں اور ترتیب وہی رہی جو حضور علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ یہ قرآن کا نسخہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات میں ان کے پاس رہا پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہا پھر ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیوی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حذیفہ ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ آرمینیہ اور آذربائیجان کے کفار سے جنگ فرما رہے تھے وہاں کی مہم سے فارغ ہو کر حاضر دربار ہوئے اور عرض کیا کہ ''اے امیر المومنین لوگوں میں قرآن پاک کے متعلق اختلاف شروع ہو گئے ہیں اگر یہ اختلاف بڑھتے رہے تو مسلمانوں کا حال یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گا لہٰذا اس کا جلد کوئی انتظام کیجیے وجہ اختلاف یہ تھی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسخوں میں حضور علیہ السلام کے وہ الفاظ بھی لکھے تھے جو آپ نے بطور تفسیر ارشاد فرمائے تھے اور وہ حضرات اس کو قرآن ہی کا جز و

سمجھ گئے تھے حالانکہ وہ الفاظ قرآن نہ تھے جیسے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز ایک نسخہ تمام ملک کے مسلمانوں کے لئے اب کافی نہ تھا نیز حافظ صحابہ کرام کو جولقمہ قرآن مجید میں لگتا تھا اس کے نکالنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ان وجوہ کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پر زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا اور ان کی مدد کے لئے عبداللہ ابن زبیر اور سعید ابن عاص اور عبداللہ ابن حارث ابن ہشام کو مقرر کیا۔ان حضرات نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے پہلے جمع کئے ہوئے قرآن کو منگایا اور پھر اس کا مقابلہ حفاظ کے حفظ قرآن سے نہایت تحقیق سے کر کے چھ یا سات نسخے نقل کئے اور یہ نسخے عراق، شام، مصر وغیرہ اسلامی ممالک میں بھیج دیئے اور اصل نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کر دیا اور جن صحابہ کرام کے تفسیر سے ملے ہوئے قرآن کے نسخے تھے اور وہ اس کو قرآن پاک ہی سمجھ بیٹھے تھے ان کو منگوا کر جلوا دیا گیا کیونکہ ان نسخوں کا باقی رہنا آئندہ بڑے فتنوں کا دروازہ کھول دیتا کہ آئندہ لوگ اس کو قرآن پاک ہی سمجھ بیٹھتے۔الحمد اللہ اب تک قرآن پاک اسی طرح بلا کم و کاست مسلمانوں میں چلا آ رہا ہے ناظرین ہماری اس تقریر سے سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن پاک کی ترتیب نزول قرآن کے مطابق ہوسکتی ہی نہیں تھی کیونکہ موجودہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اور قرآن پاک کا نزول ضرورت کے مطابق ہوا اور یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن پاک کی ترتیب دینے والے خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن اس کو کتابی شکل میں ترتیب دینے والے اولاً صدیق اکبر اور دوسرے عثمان غنی ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین اس لئے آپ کا لقب ہے عثمان جامع قرآن۔نکتہ: صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی جس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے کیونکہ ان کو حضور کی طرف سے مکہ معظمہ بھیجا گیا تھا تو حضور علیہ السلام نے اپنے بائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور خود ان کی طرف سے بیعت فرمائی۔ع

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ!

تو حضور علیہ السلام کا ہاتھ گویا عثمان غنی کا ہاتھ ہوا اور حق تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا یداللہ فوق ایدیھم تو گویا اس واسطے سے عثمان غنی کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے اور قرآن کریم اللہ کا کلام۔تو یوں کلام اللہ، ید اللہ نے جمع فرمایا۔اس لئے عثمان غنی کو جمع قرآن کے لئے منتخب فرمایا گیا۔(نوٹ ضروری) قرآن پاک کی تقسیم اس زمانہ پاک میں دو طریقے سے ہو چکی تھی۔ایک سورتوں سے، دوسری منزلوں سے یعنی قرآن پاک کی سات منزلیں کی گئیں تھیں کہ تلاوت کرنے والا ایک منزل روزانہ کے حساب سے ختم کر سکے سات دن میں۔ان منزلوں کی فمی بشوق میں جمع کیا گیا یعنی پہلی منزل سورہ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے دوسری مائدہ سے تیسری سورہ یونس سے چوتھی سورہ بنی اسرائیل سے۔پانچویں سورہ شعراء سے چھٹی سورہ والصفت سے اور ساتویں سورہ ق سے پھر اس کے بعد قرآن پاک کے تیس حصے برابر کئے گئے جس کا نام رکھا گیا تیس سیپارے تا کہ تلاوت کرنے والا ایک سیپارہ روز کے حساب سے ایک مہینے میں قرآن پاک ختم کر سکے پھر قرآن میں زیر و زبر نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تلاوت کرنے میں سخت دشواری محسوس ہوتی تھی کیونکہ غیر عربی لوگ تو پڑھ ہی نہ سکتے تھے اور

عربی حضرات بھی بعض بعض موقعوں پر دشواری محسوس کرتے تھے لہٰذا اس میں زیر وزبر لگائے گئے اور نون قطنی وغیرہ ظاہر کئے گئے مشہور یہ ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کیا۔ اسی حجاج ابن یوسف نے سورتوں کے نام قرآن میں لکھے۔ اس سے پہلے یہ نام قرآن میں نہ لکھے تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان) پھر اس ضمن میں تفسیر روح البیان آخر سورہ حجرات میں ہے کہ مصحف عثمانی میں نہ نقطے تھے نہ اعراب نہ رکوع نہ سیپارے نقطے لگانے والے اعراب لگانے والے ابواسود دئلی تابعی ہیں جنہوں نے حجاج ابن یوسف کے حکم سے یہ کام کیا۔ پھر خلیل ابن احمد فراعیدی نے مد اور وقف وغیرہ کی علامت قرآن میں لگائیں اور یعرب ابن قحطان نے قرآن کو عربی خط یعنی نسخ میں لکھا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قرآن کے تیس پارے ہیں اور ان میں نصف، ربع، ثلث کے نشانات مامون عباسی کے زمانے میں لگائے گئے رکوع بنائے گئے یعنی حضرت عثمان غنی رمضان شریف کی تراویح کی نماز میں جس قدر قرآن پاک پڑھ کر رکوع فرماتے تھے۔ اتنے حصے کو رکوع قرار دیا گیا اس لئے اس کے نشان پر قرآن مجید کے حاشے پر ع لگا دیتے ہیں بعض کہتے ہیں یہ عمرو کے نام کا عین ہے بعض کہتے ہیں کہ عثمان کا نام کا عین لیکن صحیح یہ ہے کہ لفظ رکوع کا عین ہے تو حقیقت میں یہ تمام کام تلاوت کرنے والے کی آسانی کے لئے کئے گئے۔ لطیفہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہونی چاہئے نہ کہ آٹھ رکعت اس لئے کہ حضرت عثمان روزانہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ہر رکعت میں قرآن پاک کا ایک رکوع پڑھتے اور ستائیسویں رمضان المبارک ختم قرآن پاک فرماتے اس حساب سے کل پانچ سو چالیس رکوع بنتے ہیں اور کل رکوع قرآن پاک کے پانچ سو چھپن ہیں چونکہ بعض سورتیں بہت چھوٹی ہیں اس لئے بعض رکعتوں میں دو سورتیں پڑھ لی جاتی ہیں اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتی جیسے وہابی کہتے ہیں تو قرآن پاک کے رکوع کے دو سو سولہ ہونے چاہئے تھے اس کی مزید تحقیق کے لئے ہماری کتاب لمعات المصابیح علی الرکعات التراویح دیکھو۔ سورتوں کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ ان کو بھی آیتوں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہی ترتیب دیا تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ نہیں بلکہ صحابہ کرام کے اجتہاد سے یہ ترتیب ہوئی لیکن تفسیر عزیزی نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی سورتوں کی ترتیب اشارۃً خود ہی فرما دیا تھی جیسے کہ ساتھ طویل سورتیں اور حم والی اور مفصل کی سورتیں ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں یا اپنے وظیفوں میں ترتیب وار پڑھ کر بتلا دیا تھا اور بعض سورتوں کی ترتیب حضور کے بعد صحابہ کرام اجتہاد سے مضامین کی مناسبت سے واقع ہوئی جیسے کہ کسی بڑے شاعر کے کلام کو ہم ترتیب دیں تو اس کو ردیف کے حرفوں کے مطابق اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ بڑی بڑی غزلیں اور قصیدے پہلے اور مثنوی اس کے بعد قطعے اور رباعیاں اس کے بعد تو ترتیب میں کلام کی موزونیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے نہ کہ اس نے یہ کلام کب کہا اسی لئے مدنی بڑی بڑی سورتیں قرآن پاک میں اول ہیں اور مکی سورتیں بعد میں۔

قرآن پاک کی حفاظت:

قرآن پاک سے پہلی کتابیں مثلاً توارت، انجیل و زبور وغیرہ ایک خاص وقت تک کے لئے اور خاص خاص قوموں کے لئے دنیا میں بھیجی گئیں اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ خود نہ لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پیغمبران عظام کے دنیا

سے پردہ فرمانے کے بعد وہ کتابیں بھی قریب قریب ختم ہوگئیں لیکن یہ قرآن کریم سارے جہاں کے لئے آیا اور ہمیشہ کے لئے آیا اس لئے رب تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا چنانچہ ارشاد فرمایا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں اور سبحان اللہ! ایسی اس کی حفاظت ہوئی کہ کوئی شخص اس میں زیر اور زبر کا فرق نہ کر سکا۔ اس کی حفاظت کا ذریعہ یہ ہوا کہ قرآن کریم فقط کاغذ پر ہی نہ رہا بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ کیا گیا صحابہ کرام کے زمانہ کی حالت تو ہم سنی سنائی بیان کر سکتے ہیں لیکن اس زمانے میں تو مشاہدہ ہو رہا ہے کہ اگر کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی کسی مجمع کے سامنے کوئی تلاوت کرنے والا ایک زیر زبر کی غلطی کر دے تو ہر چہار طرف سے آوازیں آتی ہیں آپ نے غلط پڑھا اس طرح پڑھو۔ اور ہر زمانے ہر جگہ ایک دو نہیں بلکہ صدہا حافظ پیدا ہوتے رہے اس کی مثال یوں سمجھو کہ جب بچہ اسکول میں قدم رکھتا ہے تو چونکہ اسے ابھی کتاب سنبھالنے کی لیاقت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے استاد چھوٹے چھوٹے قاعدے اور کتابیں اس کو خرید کر دیتے ہیں وہ بچہ کتابیں پڑھتا بھی جاتی ہے اور ضائع بھی کرتا جاتا ہے جب کسی قدر ہوش سنبھالتا ہے تو اب کتابیں پھاڑتا تو نہیں لیکن ان پر لکھ لکھ کر خراب کرتا رہتا ہے پھر جب خوب سمجھدار ہو جاتا ہے اور کتاب کی قدر و قیمت پہچانتا ہے تو اب کتاب کو جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہے اسی طرح دنیا سب سے پہلے خدائی کتابوں اور صحیفوں کو سنبھال نہ سکی تو ان کو برباد کر ڈالا پھر توراۃ و انجیل کو بالکل تو نہ مٹایا مگر اپنی طرف سے بہت کچھ اس میں غلط ملط کر دیا دنیا کے اخیر دور میں قرآن کریم تشریف لایا اور قدرت نے اس کو سنبھالنے کا طریقہ سکھایا توراۃ و انجیل کسی زمانے میں بگڑی بگڑائی پائی جاتی ہوں گی لیکن اب تو صفحہ ہستی سے قریباً بالکل ناپید ہوگئیں یہ جو پیسے پیسے کی یوحنا اور متی رسول کی انجیلیں فروخت ہو رہی ہیں یہ وہ انجیل نہیں جو آسمان سے آئی تھی بلکہ اس کے ترجمے ہوں گے کیونکہ وہ عبرانی زبان میں تھیں اور یہ ترجمے مختلف زبانوں میں ہیں جب وہ اصل کتاب ہمارے سامنے ہے ہی نہیں تو ہم کیسے معلوم کریں کہ یہ ترجمے اس کے صحیح ہیں یا نہیں بخلاف قرآن کریم کے کہ وہی قرآن اسی زمانے میں بعینہ موجود ہے۔ جو صاحب قرآن علیہ السلام پر اترا تھا وہ کتابیں تو کیا باقی رہتیں، زبان عبرانی جس میں وہ کتابیں آئیں تھیں وہی دنیا سے غائب ہوگئی۔ بلکہ مصر اور شام وغیرہ ممالک جہاں عبرانی زبان بولی جاتی تھی وہاں عربی زبان نے اپنا سکہ جما لیا اور اس قرآن پاک کی بدولت ہر ملک میں عربی زبان کا دور دورہ ہوگیا چنانچہ الحمد للہ ہندوستان میں بھی لاکھوں کی تعداد میں عربی دان موجود ہیں لیکن عبرانی جاننے والا ایک بھی نہیں ہے حتیٰ کہ مشن اسکولوں میں انجیل تو پڑھائی جاتی ہے مگر افسوس کہ عبرانی اور سریانی زبانی وہاں بھی غائب ہیں یہ سب قرآن پاک اور صاحب لولاک کی برکت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حیرت یہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ محفوظ، اس کے پڑھنے کے طریقے، یعنی قرات (تجوید) محفوظ کہ س، ص، ت، ط، ک، ق، د، ذ، ض، ظ، مد، شد وغیرہ کس طرح ادا کئے جائیں طریقہ تحریر بھی محفوظ ہے یعنی جس طرح کہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تحریر منقول ہے اس کے خلاف قرآن پاک نہیں لکھ سکتے بسم اللہ کا سین لمبا اور میم گول لکھا جاتا ہے کہ کسی قرآن پاک میں سین چھوٹا کر کے نہ لکھا جائے بئس الاسم الفسوسق لکھنے میں الاسم آتا ہے جیسا کلمات نحوی میں الاسم آتا ہے علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو عربی خط میں لکھا

جائے، اردو خط یا نستعلیق میں نہ لکھا جائے، بعض بعض کلمات نحوی قاعدے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ پڑھے ویسے ہی جاتے ہیں جیسے کہ ثابت ہو چکے۔ مثلاً علیہ اللہ ما انسانیہ النفعا وغیرہ ان چیزوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ! قرآن پاک ایسا محفوظ ہے کہ اس کے صفات تک محفوظ اگر کوئی مصنف ان باتوں کو بنظر انصاف دیکھے تو قرآن پاک کے قبول کرنے میں تامل نہ کرے ان خوبیوں کو دیکھ کر بعض پادریوں کے منہ میں پانی بھر آیا اولاً تو اس کوشش میں رہے کہ انجیل شریف کو محفوظ کتاب ثابت کر سکیں مگر نہ کر سکے بلکہ بہت سے محققین عیسائیوں نے مان لیا کہ انجیل شریف میں لفظی اور معنی بیشمار تحریفیں ہوئیں اور مان لیا کہ انجیل کی بہت سی آیتیں اور بہت سے باب الحاقی ہیں دیکھو مسٹر ہارن اور ہنری اور اسکاٹ صاحب کی تفاسیر اور دیکھو مباحثہ دینی مطبوعہ اکبرآباد مصنفہ پادری فنڈر وغیرہ بعض عیسائی پادریوں نے یہ کوشش کی کہ قرآن پاک کو محرف ثابت کریں۔ چنانچہ عبدالمسیح اور ماسٹر رام چند اور پادری عماد الدین نے اس بارے میں رسالے لکھ ڈالے یہ لوگ جس قدر اعتراض کر سکتے ہیں ہم ان کو علیحدہ علیحدہ سوال جواب کی شکل میں بیان کرتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے واقف ہوں۔ (۱) سوال: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قرآن کا نسخہ تیار کیا تو پچھلے نسخوں کو جلوا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن وہ نہیں ہے جو آسمان سے آیا تھا بلکہ وہ جلایا جا چکا۔ جواب: اس کا جواب دوسری فصل میں نہایت تفصیل سے گزر چکا کہ ان نسخوں کو جلوانا اختلاف کو مٹانے کے لئے تھا کیونکہ ان میں قرآن اور تفسیری عبارات مخلوط تھیں۔ آیات کو لے لیا گیا اگر وہ نسخے باقی رہتے تو آئندہ بڑا اختلاف پیدا ہو جاتا اس تفصیل کو پڑھنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض محض لغو ہے اور دھوکہ دینے کے لئے ہے۔ (۲) سوال: تفسیر اتقان اور بخاری شریف جلد دوم باب جمع قرآن میں ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے لقد جاء کم رسول والی آیت تمام جگہ تلاش کی مگر کہیں نہ ملی بجز ابوخزیمہ انصاری کے کہ ان کے پاس یہ لکھی ہوئی موجود تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور آیتیں بھی اس طرح گم ہوگئی ہوں گی نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آیت لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود تھی جسے بکری کھا گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور آیتیں بھی اس طرح برباد ہوگئی ہوں گی۔ جواب: اگر ایسی ایسی دو چار سو روایتیں بھی جمع کر لی جائیں اور وہ روایتیں قابل قبول بھی ہوں اور کوئی بکری پورا قرآن بھی کھا گئی ہو تب بھی اصل قرآن کا ایک لفظ بھی ضائع نہیں ہو سکتا یہ تو جب ہوتا جب قرآن پاک کا دارومدار توراۃ وانجیل کی طرح فقط دو چار نسخوں پر ہوتا یہ تو مسلمانوں کے سینوں میں موجود تھا کاغذ کو بکری اور گائے بھینس کھا سکتی ہے حافظ کے سینے کو تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی اسے کون کھائے گا جناب وہ صحابہ کرام کا زمانہ تھا اگر آج بھی دنیا سے قرآن پاک کے سارے نسخے ناپید کر دیئے جائیں تو ہندوستان کے کسی معمولی گاؤں کا ایک چھوٹا حافظ بچہ بھی قرآن پاک بعینہ لکھوا سکتا ہے۔ (۳) سوال: مسلمان خود مانتے ہیں کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں کہ سورہ یاسین سورہ بقرہ کے برابر تھی لیکن نسخ وغیرہ ہو کر کٹ کٹا کر اتنی باقی رہی معلوم ہوا کہ یہ قرآن بعینہ وہ نہیں ہے کہ جو آسمان سے آیا تھا بلکہ اس میں سے بہت سی تبدیلی ہو چکی ہے۔ جواب: تحریف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب والے کی غیر موجودگی میں اس کی بغیر مرضی اس کی کتاب میں کمی یا زیادتی کر دی جائے لیکن اگر صاحب کتاب ہی اپنی مرضی سے اپنی کتاب میں

کچھ کمی بیشی کرے تو اس کو کوئی بیوقوف بھی تحریف نہ کہے گا ایک طبیب نسخہ لکھتا ہے بیمار اپنی طرف سے اس میں دوائیں گھٹاتا بڑھاتا ہے تو وہ مریض یقیناً مجرم ہے لیکن اگر طبیب ہی مریض کے حالت میں تبدیلی کی بنا پر اپنے نسخے میں کچھ تبدیلی کرتا ہے تو یہ طبیب کی قابلیت اور نسخے کے مکمل ہونے کی دلیل ہے نہ کے نسخے کے تحریف یہی قرآن پاک میں ہوا کہ بعض سورتوں میں حالات کے موافق خود قرآن بھیجنے والے خدا کی طرف سے ہی احکام بدلے گئے نسخ کی پوری تحقیق ہم انشاء اللہ اس آیت کے ماتحت لکھیں گے کہ ماننسخ من ایۃ انتظار کریں۔ (۴) سوال: مسلمانوں کی بعض جماعتیں (جیسے کہ شیعہ) کہتی ہیں کہ قرآن میں دس پارے کم کر دیئے گئے اور اس قرآن میں سورہ حسنین سورہ علی اور سورہ فاطمہ بھی تھیں پتہ نہیں لگتا کہ وہ کہاں گئیں پھر آپ کس منہ سے کہتے ہیں کہ قرآن پاک محفوظ ہے۔ جواب: کسی بے وقوف شیعہ نے گپ ہانکی ہوگی محققین شیعہ تو بڑے شدومد کے ساتھ اس سے اپنی برات ثابت کرتے ہیں مثلاً ملا صادق، شرح کلینی میں، محمد ابن حسن آملی، شیخ صدوق ابوجعفر محمد بن علی بابو وغیرہ۔ اور کیوں ثابت نہ کریں اس لئے کہ عقیدے سے تو اہل بیت عظام کے اسلام کی ہی خیر نہ رہے گی کیونکہ پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس محرف قرآن کو اپنی نمازوں میں کیوں پڑھا اور اس سے احکام کیوں جاری فرمائے اور قرآن پاک کو تحریف ہوتا ہوا دیکھ کر خاموشی کیوں اختیار کی کیوں نہ سربکف ہو کر میدان میں نکلے اور قرآن پاک کی حفاظت فرمائی اگر وہ اس کام کو کرتے تو تمام مسلمان ان کی امداد کرتے اگر نہ بھی کرتے تو خدا تو امداد کرتا اور خدا بھی امداد نہ کرتا اور جان جاتی تو شہید ہوتے جب مسئلہ خلافت کے لئے امیر معاویہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جنگ ہوسکتی تھی تو حفاظت قرآن کے خلفائے ثلاثہ سے بھی جنگ ہوسکتی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور اگر کچھ بھی نہ ہوتا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ خلافت سب کے بعد تھا اس زمانہ میں خلفائے ثلاثہ پردہ فرما چکے تھے کسی کا خوف نہ تھا تو اصلاح فرمانی ضروری تھی شہید کربلا، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں یزید کی بیعت کا مقابلہ میں جان دے سکتے تھے، وہی شہباز اسلام پروانہ شمع رسالت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مسئلہ، حفاظت قرآن پر بھی اپنی جان دے سکتے تھے ان تمام حضرات کا بلا اعتراض قرآن پاک کو قبول فرما لینا اس کی صحت کی کھلی ہوئی دلیل ہے کون ایسا بے وقوف شیعہ ہوگا کہ جو کہ اپنے ائمہ دین پر اس قدر اعتراض گوارا کر کے قرآن پاک کی تحریف کا قائل ہوگا اس کی زیادہ تحقیق منظور ہو تو تفسیر فتح المنان کا مطالعہ کریں باقی اور رواہیات اعتراض جو کئے جاتے ہیں مثلاً ایاك نعبدو ایاك نستعین پر یا قرآن پاک میں انبیاء کرام کے قصوں کے بار بار آنے پر چونکہ ان کا تعلق حفاظت قرآن سے نہیں اس لئے ہم ان کو یہاں بیان نہیں کرتے بلکہ اس آیت کے ماتحت بیان کریں گے وان کنتم فی ریب مما نزلنا ناظرین اس کا انتظار کریں۔

تتمہ بحث:

قرآن پاک کا طریقہ تحریر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہے چنانچہ خرپوتی شریف قصیدہ بردہ میں کتب معتبرہ سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کاتب وحی تھے قلم کا ہاتھ میں لینا دوات کا موقعہ پر رکھنا ب کو سیدھا کرنا سین کو متفرق کر کے لکھنا م کو ٹیڑھا نہ کرنا وغیرہ سکھاتے تھے اس لئے قرآن پاک کی

تحریر اور اس کی تلاوت ہر ایک میں سنت کا اتباع لازم ہے۔

قرآن پاک کے فضائل وفوائد:

انسان میں کیا طاقت ہے جو رب کے کلام کے فضائل اور اس کے فوائد کو پورے طور پر بیان کر سکے مسلمانوں کی واقفیت کے لئے چند باتیں اس کے فضائل کے متعلق اور چند فائدے بیان کئے جاتے ہیں کلام کی عظمت کلام کرنے والے کی عظمت سے ہوتی ہے ایک بات فقیر بے نوا کے منہ سے نکلتی ہے اس کی طرف کوئی دھیان بھی نہیں دیتا اور ایک بات کسی بادشاہ یا حکیم کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کو دنیا میں شائع کیا جاتا ہے اخباروں اور رسالوں میں اس کی اشاعت ہوتی ہے غرض یہ ہے کہ کلام کی عظمت کا پتہ کلام والے کی عظمت سے لگتا ہے۔ اسی قاعدے کی بنا پر اندازہ لگالو کہ قرآن پاک ایسا معظم کلام ہے کہ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خالق کا کلام ہے مثل مشہور ہے کہ کلام الملك ملك الكلام یعنی بادشاہ کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہے اس کلام ربانی میں سارے علوم اور ساری حکمتیں موجود ہیں جس میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے موافق حاصل کرتا ہے اس کا پتہ عقل سے لگتا ہے اور تفسیریں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مفسر میں جیسی قابلیت ہے اس قسم کے وہ بیش بہا موتی اس قرآن سے نکالتا ہے منطقی مفسر کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں از اول تا آخر منطق ہی منطق ہے نحوی اور صرفی مفسر کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں صرف اور نحو ہی ہے۔ فصیح اور بلیغ مفسر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں فصاحت و بلاغت کا دریا موجیں مار رہا ہے صوفیاء کرام کی تفسیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں سب کچھ ہے لیکن جیسا کہ اس کا شناور، ویسی اس کی تحصیل پھر جہاں تک سمجھنے والے کی سمجھ کی پہنچ وہاں تک اس کی تحقیق اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک جہاز سواریوں سے بھرا ہوا سمندر کے سفر سے آکر کنارے لگا اس جہاز میں کپتان سے لے کر مسافروں تک ہر قسم کے لوگوں نے سفر کیا لیکن اگر کسی مسافر سے سمندر کے کچھ حالات دریافت کئے جائیں تو وہ کچھ نہ بتا سکے گا کیونکہ اس کی نظر فقط پانی کی ظاہری سطح پر تھی اور اگر خلاصی سے کچھ تحقیق کی جائے وہ وہاں کے حالات کا کچھ پتہ دے گا اور اگر کپتان سے معلومات حاصل کی جائیں تو وہ اول سے آخر تک کے سمندر کے تقریباً سارے اندرونی حالات بیان کر سکے گا کہ فلاں جگہ اس کی گہرائی اتنے میل تھی اور فلاں مقام پر پانی میں اس قسم کا پہاڑ تھا میں اپنے جہاز کو اس طرح سے بچا کے لایا وغیرہ وغیرہ اسی طرح قرآن کریم ہم بھی پڑھتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی پڑھتے تھے اور صحابہ کرام بھی اسی قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی قرآن پاک کو پڑھا کتاب تو ایک ہی ہے لیکن پڑھنے والوں کے ذہن کی رسائی کی انتہائیں الگ الگ ہماری نگاہ فقط ظاہری الفاظ تک ہی بمشکل پہنچتی ہے یہ حضرات بقدر وسعت علمی اس کی تہہ تک پہنچ کر مسائل اور فوائد کو نکال لیتے ہیں بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے بارہ سال میں سورۃ بقرہ پڑھی اب بتاؤ پڑھنے والے فاروق اعظم جیسے صاحب کمال پڑھانے والے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ سال کی مدت بتاؤ کہ آقا نے کیا کیا نہ دیا ہوگا اور ان کے نیاز مند خادم عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا نہ لیا ہوگا پھر ذرا اس پر بھی غور کرتے چلو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے الرحمٰن علم القرآن۔ اپنے

محبوب علیہ السلام کو رحمان نے قرآن سکھایا ہے حضرت جبریل علیہ السلام تو فقط پہنچانے والے ہیں سوچو تو کیا سکھانے والا الرحمن اور سیکھنے والا سید الانس والجان اور کیا سیکھایا۔ ''قرآن'' نہ معلوم رب نے کیا دیا اور محبوب علیہ السلام نے کیا کیا لیا اسی لئے تفسیر روح البیان شریف نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کی آیت الم لے کر آئے عرض کیا الف حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''میں نے جان لیا''۔ عرض کیا لام فرمایا ''یقین کر لیا''۔ عرض کیا میم تو فرمایا ''اس کا کرم ہے'' جبریل امین علیہ السلام کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام آپ نے کیا سمجھا اور کیا جانا میں تو کچھ بھی نہ سمجھا فرمایا یہ میرے اور رب کے درمیان راز ہیں۔

میان خالق و محبوب رمزے است
کراماً کاتبین راھم خبر نیست

ہمارے اس عرض کرنے کا مدعا یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم اور بڑے سے بڑا زبان دان قرآن پاک کے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ میں نے اس کی حقیقت کو پا لیا قرآن پاک ایک سمندر ناپیدا کنار ہے جتنا جس کا برتن، اتنا وہاں سے وہ پانی لے سکتا ہے۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرے کوزے میں سارا سمندر آ گیا غرض کہ قرآن کریم حق تعالیٰ کی عظمت کا مظہر ہے جیسے اس کی عظمت کی انتہا نہیں ویسے ہی اس کی عظمت بے انتہا ہے۔ شعر

کلام اللہ بھی نام خدا کیا راحت جان ہے عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

خیال رہے کہ تمام انبیاء کرام کے معجزے قصے بن کر رہ گئے کوئی معجزہ نہیں جو آج دیکھا جائے مگر حضور کے بہت سے معجزات تا قیامت رہیں گے جنہیں دنیا آنکھوں سے دیکھے گی قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں ہر آیت حضور کا معجزہ ہے جن کی مثل بن نہ سکا ان کے پڑھنے سے دل نہیں اکتا تا ایسے ہی حضور کی محبوبیت جو قریباً ہر دل میں آج بھی موجود ہے ہم نے حضور کے نام پر سکھوں، ہندوؤں کو روتے دیکھا۔ ایسے آپ کا بلند ذکر ہر مجلس ہر جگہ ہر زبان پر آپ کا چرچا ہے یہ بھی زندہ جاوید معجزات ہیں جنہیں دنیا دیکھتی ہے اور دیکھتی رہے گی۔ فوائد۔ قرآن کریم کے فوائد کا احاطہ کسی کی زبان، کسی کا قلم، کسی کا دل و دماغ نہیں سکتا بس یوں سمجھو کہ یہ عالم کی تمام روحانی، جسمانی، ظاہری، باطنی ضرورتوں کا پورا فرمانے والا ہے اگر ہم حدیث وفقہ کی روشنی میں قرآن کریم کے صحیح معنوں کے عامل بن جائیں تو ہم کو کبھی بھی کسی حاجت میں کسی قسم کی امداد نہ لینی پڑے ہم اس کے متعلق دو طرح گفتگو کرتے ہیں ایک عقلی اور ایک نقلی اگرچہ مسلمان کے لئے نقلی دلائل کے ہوتے ہوئے عقلی دلائل کی کوئی ضرورت نہیں لیکن زمانہ موجود میں نئی روشنی کے دلدادوں کا اعتماد اپنی لولی لنگڑی عقل پر زیادہ ہے یعنی گلاب کی خوشبو کے مقابلہ میں گیندے کی بدبو سے زیادہ مانوس ہو چکے ہیں اس لئے اولاً ہم ان کی تواضع کے لئے عقلی فوائد بیان کرتے ہیں۔

(۱) سخی دو قسم کے ہیں ایک وہ جو فقیر کو بلا کر دیں دوسرے جو فقیر کے گھر آ کر دیں کنواں بلا کر دیتا ہے دریا آ کر دیتا ہے اور سمندر بادل بنا کر عالم پر پانی برسا دیتا ہے کعبہ معظمہ بھی سخی اور قرآن کریم بھی مگر فرق یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کے پاس

بھکاری جائیں اور جا کر فیض لے آئیں قرآن کریم کی یہ شان ہے کہ مشرق و مغرب میں گھر گھر پہنچا اور اپنا فیض جا کر دیا اور جو لوگ کہ بالکل ان پڑھ تھے ان کے لئے علماء مثل بادل کے بنا بنا کر اپنی رحمتوں کی بارش ان پر بھی برسا دی۔ ع

رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی　　　ہری ہو گئی دم میں کھیتی خدا کی

(۲) آفتاب، وہ نور ہے جو ایک وقت میں آدھی زمین کو چمکاتا ہے اور پھر ظاہر کو چمکاتا ہے اور اپنے سامنے والے کو چمکاتا ہے اور پھر بادل کی وجہ سے اس کی روشنی پھیکی پڑ جاتی ہے کبھی اس کو گرہن بھی لگتا ہے دن بھر میں تین پلٹے کھاتا ہے صبح اور شام کو ہلکا اور دوپہر کو تیز لیکن قرآن کریم آسمان ہدایت کا وہ چمکتا دمکتا سورج ہے جو بیک وقت سارے عالم کو چمکا رہا ہے فقط ظاہر کو نہیں بلکہ دل و دماغ کو بھی منور کر رہا ہے نیز اس کی روشنی جیسے میدانوں پر پڑی رہی ہے اسی طرح پہاڑوں میں غاروں میں اور تہ خانوں میں غرض کہ ہر جگہ پہنچ رہی ہے نہ کبھی اس کو گرہن لگے نہ کوئی بادل اس کی روشنی کو ڈھک سکے۔ اس کی شعائیں بڑی تاریک گھٹاؤں کو بھی چیر کر اپنا کام کرتی ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے قرآن پاک کے بارے میں فرمایا وانزلنا الیکم نورا مبینا۔

(۳) آج ہم لوگوں نے اپنی بے علمی کی وجہ سے قرآن کریم کے فیوض و برکات کو محدود سمجھ رکھا ہے بعض لوگوں نے تو اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن کریم فقط اس لئے آیا ہے کہ بیماری میں اسے پڑھ کر دم کر لو اور گھر میں برکت کے واسطے رکھ لو جب کوئی مرنے لگے تو اس پر یاسین پڑھ دو اور بعد موت اس کو پڑھوا کر ایصال ثواب کر و اور باقی رہا عمل، اس کے لئے قرآن کی کوئی ضرورت نہیں اس کے لئے فقط انگریزوں کے بنائے ہوئے قوانین ہیں چنانچہ بعض جگہ کے مسلمانوں نے اپنی خوشی سے اسلامی قوانین کے مقابلہ میں ہندوؤں یا عیسائیوں کے قانونوں کو اپنے پر لازم کر لیا ہے جیسے کہ پنجاب کے زمیندار کاٹھیاواڑ کے عام مسلمان کہ انہوں نے میراث سے اپنی لڑکیوں کو قانونی طور پر محروم کر دیا اور اپنی صورت سیرت طریق زندگانی، لباس وغیرہ میں یکدم غیروں سے مل گئے اور بعض نے یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن فقط عمل کے لئے آیا ہے اس کی تلاوت کرنا اس سے دم کرنا تعویذ کرنا یا اس سے ایصال ثواب کرنا اس کے نزول کی حکمت کے خلاف ہے قرآن عمل کے لئے اترا ہے نہ کہ طبابت اور چھومنتر کے لئے وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک ایک نسخہ ہے نسخے کو فقط پڑھتے رہنے سے شفا نہیں ملتی بلکہ اس کو استعمال کرنا چاہیے۔ یہ وہ خیال فاسد ہے کہ جو پڑھے لکھوں کے دماغ میں بھی گھوم رہا ہے۔ مسٹر عنایت اللہ مشرقی اور ابوالاعلیٰ مودودی اور عوام دیوبندی اسی چکر میں ہیں مگر خیر سے عمل وہاں بھی غائب ہے عمل کا فقط نام ہی نام ہے یا اگر عمل ہے تو ایسا اندھا جیسا کہ مشرقی نے اپنے خاکساروں سے کرا کر صدہا کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور خود معافی مانگ کر خیریت سے گھر آ بیٹھے لیکن دوستو! ان لوگوں میں افراط ہے اور پہلے لوگوں میں تفریط تھی جس طرح سے کہ ہم اپنے مال اور بدن کے اعضاء سے بہت سے کام لیتے ہیں کہ آنکھ سے دیکھتے بھی ہیں روتے بھی ہیں اس میں سرمہ لگا کر زینت بھی حاصل کرتے ہیں ہاتھ سے پکڑتے بھی اور مار کر روتے بھی ہیں زبان سے کھاتے بھی ہیں، بولتے بھی ہیں۔ کھانے کی لذت اور اس کی سردی گرمی بھی محسوس کرتے ہیں اور ایک ہی پھونک سے گرم چائے بھی ٹھنڈی کرتے ہیں سردیوں میں انگلیاں بھی گرم کرتے ہیں

آگ جلاتے بھی ہیں اور چراغ بجھاتے بھی ہیں اسی طرح عبادت میں صدہا ایسی مصلحتیں ہیں روزہ عبادات بھی ہے قسم وغیرہ کا کفارہ بھی جو غریب نکاح نہ کر سکے اس کے لئے شہوت توڑنے کا ذریعہ بھی اسی طرح قرآن کریم صدہا دینی اور دنیوی فوائد لے کر اترا نماز قرآن کے ذریعے سے ادا ہو، کھانا وغیرہ قرآن پڑھ کر شروع کرو شاہی قوانین قرآن سے حاصل کرو بیمار پر قرآن پڑھ کر دم کرو یا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالو ثواب کے لئے اس کو پڑھو، عمل اس پر کرو غرض کہ یہ قرآن بادشاہ کے لئے قانون، غازی کے لئے تلوار، بیمار کے لئے شفا، غریب کا سہارا، کمزور کا عصا، بچوں کا تعویذ، بے ایمان کے لئے ہدایت، قلب مردہ کی زندگی، قلب غافل کے لئے تنبیہ، گمراہوں کے لئے مشعل راہ، زنگ آلود قلب کی صیقل ہے۔ اگر قرآن کریم صرف احکام کے لئے ہوتا اور دیگر مقاصد اس سے حاصل نہ ہوتے تو اس میں فقط احکام کی آیتیں ہوتیں ذات وصفات کی آیتیں متشابہات انبیائے کرام کے قصے، آیات منسوختہ الاحکام ہرگز نہ ہونی چاہئیں تھیں کیونکہ ان سے احکام حاصل نہیں کئے جاتے اسی طرح سے ان احکام کی آیتیں بھی نہ ہوتیں جن پر عمل ناممکن ہے جیسے کہ نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے کی آیتیں یا بارگاہ نبوی میں دعوت کھانے کے آداب یا نبیوں کی بیبیوں سے حرمت نکاح کی آیتیں اور قرآن پاک یہ نہ فرماتا کہ ننزل من القران ما ھو شفاء و رحمته للمومنین اسی طرح اگر قرآن فقط برکت کے لئے اور دم درود کے لئے ہوتا تو اس میں احکام کی آیتیں نہ ہونی چاہئیں تھیں۔ نکتہ۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ قرآن ایک نسخہ ہے اور نسخہ کا پڑھنا مفید نہیں ہوتا۔ یہ مثال غلط ہے بعض چیزوں کے نام میں اور پڑھنے میں تاثیر ہوتی ہے پردیسی آدمی کے پاس گھر سے خط آئے تو فقط پڑھ کر ہی اس کا دل خوش ہو جاتا ہے بیماری ہلکی پڑ جاتی ہے کسی شخص کو مصیبت کی خبر سناؤ سن کر دل کا حال بدل جاتا ہے کسی کو الو گدھا کہہ دو تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کسی کے سامنے کسی کھٹی چیز کا نام لے دو تو منہ میں پانی بھر آتا ہے اگر روزہ کی حالت میں کسی کا منہ خشک ہو جائے تو اس کو دکھا کر لیموں کاٹو تو اس کی خشکی دور ہو جاتی ہے ہر دوا پلائی ہی نہیں جاتی بلکہ کبھی دکھائی اور سونگھائی بھی جاتی ہے تو جب مخلوق کے نامہ و پیام میں اور ناموں میں اتنا اثر ہے تو خالق کے پیام میں کس قدر اثر ہونا چاہئے خود غور کر لو۔

اب ہم قرآن پاک کے وہ فوائد بیان کرتے ہیں جو احادیث سے ثابت ہے۔

(۱) حدیث شریف میں ہے جس گھر میں روزانہ سورہ بقرہ پڑھی جائے وہ گھر شیطان سے محفوظ رہتا ہے لہٰذا جنات کی بیماریوں سے بھی محفوظ رہے گا۔

(۲) قیامت کے دن سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ان لوگوں پر سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی جو دنیا میں قرآن پاک کی تلاوت کے عادی تھے۔

(۳) جو شخص آیۃ الکرسی صبح و شام اور سوتے وقت پڑھ لیا کرے تو اس کا گھر انشاء اللہ آگ کے لگنے اور چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔

(۴) سورہ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے اسی لئے ختم و فاتحہ میں اس کو تین بار پڑھتے ہیں۔

(۵) حضور علیہ الصلوٰۃ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیوں کے برابر نیکی ملتی

ہے خیال رہے کہ الم ایک حرف نہیں بلکہ الف، لام، میم، تین حروف ہیں لہٰذا فقط اتنا پڑھنے سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ خیال رہے کہ الم متشابہات میں سے ہیں جس کے معنی ہم تو کیا جبریل امین علیہ السلام بھی نہیں جانتے مگر اس کے پڑھنے کا ثواب ہے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کا ثواب اس کے سمجھنے پر موقوف نہیں بغیر سمجھے تلاوت پر ثواب ہے ولایتی مرکب دوائیں مریض کو شفا دیتی ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں یوں ہی قرآن کریم شفا اور ثواب ہے معنے معلوم ہوں یا نہ ہوں دیکھو بھینس دودھ کے لئے، بیل کھیتی باڑی کے لئے، گھوڑے، اونٹ، سواری اور بوجھ اٹھانے کے لئے پالے جاتے ہیں مگر طوطی مینا صرف اس لئے پالے جاتے ہیں کہ وہ ہماری سی بولی بولتے ہیں اگرچہ بغیر سمجھے سہی۔ مینا طوطی تمہاری بولی بولیں تو تمہیں پیاری لگے اگر تم جناب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بولی بولو تو رب کو پیارے۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں بغیر معنی سمجھے قرآن بیکار ہے اس کا کوئی ثواب نہیں۔

(۶) جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک آفتاب سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔

(۷) قرآن پاک دیکھ کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ملتا ہے اور بغیر دیکھ کر پڑھنے میں ایک ثواب۔ نوٹ: چند چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے۔ قرآن پاک، کعبہ معظّمہ، ماں باپ کا چہرہ محبت سے اور عالم دین کی شکل دیکھنا عقیدت سے وغیرہ وغیرہ۔

(۸) قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کو اس طرح صاف کر دیتی ہے جیسے کہ زنگ آلود لوہے کو صیقل۔

(۹) جو شخص کہ قرآن پاک کی تلاوت میں اتنا مشغول ہو کہ کوئی دعا نہ مانگ سکے تو خداوند تعالیٰ اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہے۔

(۱۰) جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھا کرے، انشاء اللہ اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔

(۱۱) سورۂ الم تنزیل پڑھنے والا جب قبر میں پہنچتا ہے تو یہ سورہ اس طرح اس کی شفاعت کرتی ہے کہ اے اللہ اگر میں تیرا کلام ہوں تو اس کو بخش دے ورنہ تو مجھے اپنی کتاب سے نکال دے اور میت کو اس طرح ڈھک لیتی ہے جیسے چڑیا اپنے پروں سے اپنے بچوں کو اور اسے عذاب سے بچاتی ہے۔

(۱۲) جو شخص کہ سورۂ یاسین اول دن میں دوپہر سے پہلے پڑھنے کا عادی ہو تو اس کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

(۱۳) سورۂ یاسین شریف پڑھنے سے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں لہٰذا اس کو بیماروں پر پڑھو۔

(۱۴) سوتے وقت قل یایھا الکفرون پڑھنے والا انشاء اللہ تعالیٰ کفر سے محفوظ رہے گا یعنی اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

(۱۵) سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھنے سے آندھی اور اندھیری دور ہوتی ہے اور ان کو پابندی سے پڑھنے والا انشاء اللہ جادو سے محفوظ رہے گا۔

(۱۶) سورۂ فاتحہ جسمانی اور روحانی بیماریوں کی دوا ہے (ہر سورت کے فوائد ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس سورہ کے ساتھ بھی

لکھیں گے واضح رہے کہ قرآن کریم کے فائدے فقط پڑھنے والے پر ہی ختم نہیں ہوجاتے بلکہ دوسروں تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔مثلاً جہاں تک اس کی آواز پہنچے وہاں تک ملائکہ رحمت کا اجتماع ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں کہ حضرت اسید ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شب تلاوت قرآن کررہے تھے اوران کے پاس ایک گھوڑا بندھا تھا وہ اچانک اچھلنے کودنے لگا آپ باہرتشریف لائے اورنگاہ اٹھا کر دیکھا ایک سائبان تھا جس میں قندیلیں روشن تھیں اس سے گھوڑا ڈرکرکودتا تھا۔صبح کو آکر بارگاہ نبوت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ارشاد ہوا کہ رحمت کے فرشتے تھے جوتمہارا قرآن پاک سننے آئے تھے اسی طرح جہاں تک اس کی آواز پہنچے وہاں تک کی ہرایک چیز درخت، گھاس، بیل، بوٹے، حتیٰ کہ درودیوار اس کے ایمان کی قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ گواہیں دیں گے اسی طرح اگر تلاوت کرنے والا کچھ آیتیں پڑھ کر بیمار پر دم کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ صحت ہوگی دیکھو اگر تم کسی باغ کے پاس سے گزروتو ہاں کے پھولوں کی مہک دورتک محسوس ہوتی ہے جس سے دماغ معطراور دل خوش ہوجاتا ہے آخر یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ہوا پھولوں سے لگ کر ہر چہار طرف پھیلتی ہے اس ہوا کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ گزرنے والوں کو خوش کردیتی ہے توجس زبان سے قرآن پاک پڑھا جائے اس سے لگ کر جو پھونک نکلے وہ کیوں نہ دافع ہر بلا ہو۔صحابہ کرام نے سانپ کے کاٹے ہوؤں کا سورۂ فاتحہ دم کرکے علاج کیا ہے اسی طرح قرآن کریم کی آیتوں کولکھ کرتعویذ کی شکل میں بیمار کے ساتھ رکھا جائے تو اس کو شفا ہوتی ہے جس کی آنکھ دکھتی ہو، اس کی آنکھ کے سامنے ایک سبز کپڑا باندھ دیتے ہیں اوراس سے اس کوشفا ہوتی ہے آنکھ میں سرمہ لگانے سے نظر قائم رہتی ہے۔جب یہ معمولی دوائیں کچھ دیر ہمارے ساتھ رہ کر اپنا اثر دکھاویں تو قرآن حکیم کی آیتیں اس سے کہیں زیادہ شفا بخش کیوں نہ ثابت ہوں گی؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کریم سے، قرآن شریف کی آیتوں سے بیماریوں کا علاج کیا ہے۔جس تعویذ گنڈے اوردم سے حدیث پاک میں منع فرمایا گیا وہ زمانہ جاہلیت کے شرکیہ منتر تھے جن میں بتوں سے مدد مانگنے کے الفاظ تھے، قرآن پاک کی آیتوں سے ان کو کیا نسبت؟ اسی طرح اگر قرآن پاک کی تلاوت کرکے کسی کوثواب بخش دیا جائے تو وہ ضرور اس کو پہنچے گا۔اگر میں اپنا کمایا ہوا روپیہ کسی کو دوں تو دے سکتا ہوں اسی طرح اپنے کمائے ہوئے ثواب کو دینے کا اختیار بھی رکھتا ہوں۔ہاں فرق یہ ہے کہ اگر مال چند اشخاص پر تقسیم کیا جائے تو وہ بٹ کرتھوڑا تھوڑ ملے گا اوردینے والے کے پاس نہ رہے گا اگر ثواب صدہا آدمیوں کوبخش دیا جائے توسب کو پورا پورا ملے گا اور بخشنے والے کوان سب کے برابر جیسے کوئی عالم یا حافظ صدہا آدمیوں کوعالم یا حافظ بنائے تو وہ علم تقسیم ہوکر نہ ملے گا۔بلکہ سب کو برابر ملے گا اور پڑھانے والے کے علم میں اورترقی ہوگی ایصال ثواب کی پوری بحث اوراس کے متعلق تمام اعتراضات اور جوابات انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس آیت کے ماتحت لکھیں گے۔لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت

تلاوت قرآن:

بزرگان دین کی عادتیں تلاوت قرآن پاک کے متعلق جداگانہ تھیں بعض حضرات توایک دن رات میں آٹھ ختم کر لیتے تھے چار دن میں اور چار رات میں بعض حضرات چار، بعض دو اور بعض ایک اور بعض لوگ دو دن میں ایک ختم اور بعض تین

دن میں، بعض پانچ دن میں بعض سات دن میں اور سات دن میں ختم کرنا اکثر صحابہ کرام کا معمول تھا اس میں لوگوں کے اسی میں حالات مختلف ہیں بعض تو نہایت تیز پڑھنے کی صورت میں بھی حروف کو ان کے مخرجوں سے ادا کرنے اور صحیح پڑھنے پر قادر ہوتے ہیں اور بعض لوگ اگر تیز پڑھیں تو صحیح نہیں پڑھ سکتے لہٰذا تلاوت کرنے والوں کو چاہیے کہ صحیح پڑھنے کی کوشش کریں کیونکہ ثواب صحیح پڑھنے میں ہے نہ کہ محض جلدی پڑھنے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام اس طرح تلاوت فرماتے تھے کہ ایک ایک حرف صاف صاف معلوم ہوتا تھا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے کہ قرآن کریم جب دل میں اترتا ہے تب اس میں جمتا ہے اور نفع دیتا ہے تلاوت کرنے والا جس اطمینان اور سکون کے ساتھ دنیا میں تلاوت کرتا تھا اسی اطمینان کے ساتھ تلاوت کرتا ہوا جنت میں بڑھتا جائے گا اور جہاں تک اس کی تلاوت ختم ہو گی وہاں تک کا سب ملک اس کو دیا جائے گا بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اگر عربی سمجھنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کے معنی اور مضامین پر غور کرتا جائے اور رحمت کی آیت آئے تو خوش ہو اور خدا سے رحمت مانگ لے اور جب عذاب کی آیت آئے تو ڈرے اور اس سے پناہ مانگے۔ نیز کوشش کرے کہ تلاوت کے وقت دل حاضر ہو اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھے یہاں تک کہ رقت آجائے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور اگر معنی نہ سمجھتا ہو تو یہ سمجھ کہ تلاوت کرے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی پڑھتے تھے اور حضور کے صحابہ بھی اولیا اللہ بھی علماء دین بھی جیسے ہلال عید میں تمام انسانوں کی نگاہیں جمع ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی الفاظ قرآن مجید میں سب کی تلاوتیں اور ادائیں جمع ہو جاتی ہیں اگر یہ سمجھ کر تلاوت کی تو انشاء اللہ بہت لذت آئے گی اگرچہ بے وضو بھی قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ وضو کر کے تلاوت کرے۔ اس میں زیادہ ثواب ہے اور سنت یہ ہے کہ تلاوت پاک جگہ میں ہو مسجد میں ہو تو اور زیادہ بہتر ہے یہ بھی مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سر جھکا کر اطمینان سے پڑھے اور اگر تلاوت کرتے وقت مسواک وغیرہ سے منہ کو صاف کرے اور خوشبو بھی لگائے تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ جتنا ادب زیادہ اتنا ہی فیض زیادہ تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ بھی پڑھے اور تلاوت کی حالت میں کسی سے بلاضرورت بات کرنا مکروہ ہے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ تلاوت کے دوران میں کسی سے کلام نہ فرماتے تھے اور اگر کلام کرنا پڑ جائے تو کلام کے دوران قرآن شریف بند رکھے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔ مسئلہ: جنبی حیض و نفاس والی عورتوں کا قرآن پاک کو چھونا بھی جائز نہیں اگر چھونا پڑ جائے تو کسی علیحدہ کپڑے سے چھوئیں ادب یہ کہ بے وضو آدمی بھی بغیر کپڑے کے قرآن پاک کو ہاتھ نہ لگائے۔ بہتر یہ ہے کہ جس دن قرآن پاک ختم کرے اس دن اپنے گھر والوں دوستوں کو جمع کرے، سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کے ختم کے وقت اپنے اہل قرابت کو جمع فرماتے اور دعا کرتے تھے حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے بعض روایتوں میں ہے کہ جو قرآن پاک پڑھ کر حق تعالیٰ کی حمد کرے اور درود پڑھے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے تو رحمت الٰہی اس کو تلاش کرتی ہے۔ تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ قرآن پاک ختم کرتے ہی دوسری بار اس کو شروع کر دے یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ کر سورۂ بقرہ مفلحون تک پڑھ لے پھر دعا مانگے۔ مسئلہ: حافظ تراویح میں جب قرآن پاک پڑھے تو

ایک بار کسی نہ کسی جگہ بسم اللہ شریف بلند آواز سے ضرور پڑھے کیونکہ یہ بھی قرآن پاک کی آیت ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہر نمازی نماز میں جب کوئی سورہ شروع کرے تو آہستہ سے بسم اللہ پڑھ لیا کرے سوائے سورۂ توبہ کے۔ اس کی پوری بحث تفسیر خزائن العرفان کے مقدمہ میں دیکھو، تتمہ قرآن پاک کا چھوٹی تقطیع پر یا تعویذ طرح چھاپنا مکروہ ہے چاہئے یہ کہ بڑی تقطیع پر چھاپا جائے حروف خوب کھلے ہوں اور اس کے رکوع اور آیتوں اور منزلوں کو دیدہ زیب بنانا مستحب ہے کیونکہ اس میں قرآن پاک کی عظمت کا اظہار ہے۔ قرآن پاک اتنی جلدی پڑھنا کہ جس سے بجز تعلمون اور یعلمون کچھ سمجھ میں نہ آئے، یعنی حروف کی ادائیگی پوری طرح نہ ہو، سخت برا ہے حافظوں کو اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے۔ مسئلہ: جس جگہ سب لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوں وہاں قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا منع ہے یا تو تنہائی میں بلند پڑھو یا وہاں جہاں کم سے کم ایک آدمی سننے والا ہو کیونکہ اس کا سننا فرض کفایہ ہے۔ مسئلہ: چند شخصوں کو بیک وقت بلند آواز سے تلاوت کرنا منع ہے یا تو ایک پڑھے باقی سب سنیں یا سب آہستہ پڑھیں۔ (تیجے اور ختم والوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے) مکتبوں اور مدرسوں میں جو بچے مل کر پڑھتے ہیں، یہ مجبوری کی وجہ سے ہے۔ مسئلہ: قرآن پاک کو خلاف ترتیب الٹا پڑھنا ممنوع ہے ہاں اگر خارج نماز درمیان میں ٹھہرتا جائے جس سے الگ الگ قرآئتیں معلوم ہوتو کوئی مضائقہ ہیں (شامی) اور ترتیب کے مطابق جگہ جگہ سے آیتوں کا پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ فاتحہ اور ختم کے وقت کیا جاتا ہے۔

تفسیر کے معنی اور اس کی تحقیق:

لفظ تفسیر فسر سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کھولنا محاورہ میں تفسیر یہ ہے کہ کلام کرنے والے کا مقصد اس طرح بیان کرنا جس میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور مفسرین کی اصطلاح میں تفسیر یہ ہے کہ قرآن پاک کے وہ احوال بیان کرنا جس میں عقل کو دخل نہیں بلکہ نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا ان کا ناسخ اور منسوخ ہونا وغیرہ تفسیر بالرائے حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے اور ٹھیک بھی کہہ جائے جب بھی خطا کار ہے۔ تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔

(۱) تفسیر قرآن بالقرآن یہ سب سے مقدم ہے۔

(۲) تفسیر قرآن بالحدیث کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صاحب قرآن ہیں ان کی تفسیر نہایت صحیح اور اعلیٰ۔

(۳) قرآن کی تفسیر صحابہ کرام خصوصاً فقہائے صحابہ اور خلفائے راشدین کے اقوال سے ہے۔

(۴) تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے۔ اگر روایت سے ہے تو معتبر۔ اس کی زائد تحقیق کے لئے ہماری کتاب ''جاء الحق'' یا ''اعلائے کلمۃ اللہ'' مصنف قطب الوقت حضرت قبلہ مہر علی شاہ صاحب کا مطالعہ کرو لفظ تاویل اول سے مشتق ہے اس کے معنی ہیں رجوع کرنا اصطلاح میں تاویل یہ ہے کہ کسی کلام میں چند احتمال ہوں ان میں سے کسی احتمال کو قرینوں سے اور علمی دلائل سے ترجیح دینا یا کلام میں علمی نکات وغیرہ بیان کرنا اس کے لئے نقل کی ضرورت نہیں بلکہ ہر عام اپنی قوت علمی سے قرآن پاک میں نکات وغیرہ نکال سکتا ہے مگر شرط یہ ہے خلاف شریعت ہرگز نہ ہو اسی لئے مفسرین بڑے

بڑے نکات بیان فرماتے ہیں اور ہر ایک کے لئے نقل پیش نہیں فرماتے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم شریف باب ہشتم میں فرمایا کہ قرآن پاک کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی، ظاہری معنی کی تحقیق علماء شریعت فرماتے ہیں اور باطنی کی صوفیائے کرام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دوں مگر یہ باطنی تفسیر ظاہری معنی کے خلاف ہرگز نہ ہوگی تحریف مشتق ہے حرف سے حرف کے معنی ہیں علیحدہ یا کنارہ اصطلاح میں تحریف یہ ہے کہ کلام کا مطلب ایسا بیان کیا جائے جو کلام کرنے والے کے مقصد کے خلاف ہو مفسرین کی اصطلاح میں تحریف دو طرح کی ہے تحریف لفظی اور تحریف معنی تحریف لفظی یہ ہے کہ قرآن پاک کی عبارت کو دیدہ دانستہ بدل دیا جائے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا۔ تحریف معنوی یہ ہے کہ قرآن پاک کے ایسے معنی اور مطلب بیان کئے جائیں جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین یا تفسیر قرآن کے خلاف ہوں اور وہ یہ کہے کہ آیت کے وہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں بیان کر رہا ہوں جیسا کہ اس زمانہ میں چکڑالوی، قادیانی اور دیوبندی وغیرہ کر رہے ہیں دونوں قسم کی تحریفیں کفر ہیں۔ مفسر وہ شخص ہوسکتا ہے۔

(۱) جو کہ قرآن کے مقصد کو پہچان سکے۔

(۲) ناسخ و منسوخ کی پوری خبر رکھتا ہو۔

(۳) آیات و احادیث میں مطابقت کرنے پر قادر ہو۔ یعنی جن آیتوں کا آپس میں مقابلہ معلوم ہوتا ہو یا جو آیات کہ احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہوں ان کی ایسی توجیہہ کر سکے کہ جس سے مخالفت اٹھ جائے۔

(۴) آیتوں کے شان نزول سے باخبر ہو۔

(۵) آیتوں کی توجیہہ کر سکے یعنی جو قرآن پاک کی آیتیں عقل کی رو سے محال ہوتی ہوں ان کو حل کر سکے۔ مثلاً قرآن پاک میں آتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لوگوں نے کہا یاأخت ھرون حالانکہ ہارون علیہ السلام (موسیٰ علیہ السلام کے بھائی) اور حضرت مریم میں سینکڑوں برس کا فاصلہ ہے تو پھر حضرت مریم ان کی بہن کیسے ہوسکتی ہیں اسی طرح قرآن فرماتا ہے کہ سکندر ذوالقرنین نے آفتاب کو کیچڑ میں ڈوبتا ہوا پایا حالانکہ آفتاب ڈوبتے وقت زمین پر نہیں آتا۔ اور نہ کیچڑ اونچی ہو کر آفتاب تک پہنچتی ہے ان جیسی آیات کی توجیہیں کر سکے۔

(۶) آیات میں محذوفات نکالنے پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی بعض جگہ آیات میں پوری کی پوری عبارتیں محذوف ہیں۔ ان کے بغیر نکالے ہوئے آیت کا ترجمہ درست نہیں ہوتا۔

(۷) عرب کے محاورے سے پورے طور پر واقف ہو قرآن پاک نے بہت جگہ وہاں کے خاص محاورے استعمال فرمائے ہیں جیسے تبت یدا ابی لھب وتب ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں یا کہ فما بکت علیھم السماء و الارض کہ کفار کے مرنے پر زمین اور آسمان نہ روئے یاذق انك انت العزیز الکریم یعنی کفار سے جہنم میں کہا جائے گا تو یہ عذاب چکھ تو بڑا عزت اور کرم والا ہے وغیرہ وغیرہ ان جیسی آیات کے مقصود کو پہچان سکے اور معلوم کر سکے کہ اس جگہ کسی

قسم کا محاورہ استعمال ہوا ہے۔

(۸) محکم اور متشابہ آیت کو پہچانتا ہو۔

(۹) قراتوں کے اختلاف سے واقف ہو۔

(۱۰) مکی اور مدنی آیتوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ جب اتنی صفتیں موجود ہوں تو تفسیر کرنے کی ہمت کرے اس کی زیادہ تحقیق مقصود ہو تو دیکھو تفسیر فتح البیان کا مقدمہ مگر افسوس ہے کہ اس زمانہ پرفتن میں تفسیر قرآن کو جتنا آسان سمجھا گیا ہے اتنا آسان اور کوئی کام نہیں سمجھا گیا۔حق تعالیٰ اس زمانے کے فتنوں سے بچائے فقیر حقیر پر تقصیر احمد یار اپنے قصور علم کا اقرار کرتا ہوا محض اللہ تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھروسے پر اس کام کو شروع کرتا ہے اور اس دریا ناپیدا کنار میں غوطہ لگاتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ حق بات قلم سے نکلوائے۔اور اسے قبول فرما کہ میرے لئے صدقہ جاریہ اور توشہ آخرت بنائے۔اور جن حضرات نے اس کام میں دامے درمے قدمے قلمے سخنے مدد کی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

احمد یار خان نعیمی اشرفی

مہتمم مدرسہ غوثیہ گجرات

۱۵ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ یوم دوشنبہ مبارکہ

مختصر تعارف اعلیٰ حضرت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تذکرہ امام احمد رضا علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی

از میرے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

وِلادت باسعادت

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دِین ومِلّت، حامیِ سُنّت، ماحِیِ بِدعت، عالِمِ شَرِیعت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی ولادت باسعادت بریلی شریف کے مَحَلّہ جسولی میں ۱۰ شوّالُ المکرّم ۱۲۷۲ھ بروز ہفتہ بوقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ کو ہوئی۔ سِنِ پیدائش کے اِعتبار سے آپ کا تاریخی نام اَلْمختار (۱۲۷۲ھ) ہے۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۵۸، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی) آپ کا نامِ مبارَک محمد ہے، اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بچپن کی ایک حکایت

حضرتِ جناب سَیِّد ایوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھر پر ایک مولوی صاحب قراٰنِ مجید پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذِکر ہے کہ مولوی صاحِب کسی آیتِ کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے۔ مگر آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ ''زَبَر'' بتاتے تھے آپ ''زَیر'' پڑھتے تھے یہ کیفیت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھی حضور کو اپنے پاس بلایا اور کلامِ پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب نے غلطی سے زَیر کی جگہ زَبَر لکھ دیا تھا، یعنی جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ صحیح تھا۔ آپ کے دادا نے پوچھا کہ بیٹے جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے تم اُسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کی میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ اِس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک مرتبہ تنہائی میں مولوی صاحب نے پوچھا، صاحبزادے! سچ سچ بتا دو میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، ہاں اللہ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۶۸، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی) بچپن ہی سے نہایت نیک طبیعت واقع ہوئے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

پہلا فتویٰ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مُروَّجہ عُلُوم کی تکمیل اپنے والدِ ماجد رئیس المتکلّمین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ المنّان سے کرکے سَنَدِ فراغت حاصل کرلی۔ اُسی دن آپ نے ایک سُوال کے جواب میں پہلا فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ فتویٰ صحیح پاکر آپ کے والدِ ماجد نے مَسندِ اِفتاء آپ کے سپرد کردی اور آخر وقت تک فتاویٰ تحریر فرماتے رہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۲۷۹، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

اعلیٰ حضرت کی رِیاضی دانی

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے اندازہ عُلُومِ جَلیلہ سے نوازا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم وبیش پچاس عُلُوم میں قلم اُٹھایا اور قابلِ قدر کُتُب تصنیف فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہرفن میں کافی دسترس حاصل تھی۔ علمِ توقیت، (عِلمِ ۔تَو۔قِیْ ۔ت) میں اِس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی مِلا لیتے۔ وَقت بِالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک مِنَٹ کا بھی فرق نہ ہوا۔ علمِ رِیاضی میں آپ یگانہ رُوزگار تھے۔ چُنانچِہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضِیاء الدین جو کہ رِیاضی میں غیرملکی ڈگریاں اور تَمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا، فرمایئے! اُنھوں نے کہا، وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عَرض کروں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کچھ تو فرمایئے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی وقت اس کا تَشفّی بخش جواب دے دیا۔ اُنھوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اِس مسئلہ کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا اِتّفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر مولانا سَیِّد سُلیمان اشرف صاحِب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحِب بصد فرحت ومُسرّت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت سے اِس قدر مُتأثِّر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا، ص ۲۲۳، ۲۲۸، مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی) عِلاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمِ تکسیر، علمِ ہَیئَت، علمِ جَفَر وغیرہ میں بھی کافی مَہارت رکھتے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

حیرت انگیز قُوتِ حافظہ

حضرت ابوحامد سیّد محمد محدِّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ جواب کے لیے جُزئِیّاتِ فِقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عَرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت

آپ فرمادیتے کہ ''رَدُّ المُختار'' جلد فُلاں کے فُلاں صَفْحہ پر فُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جُزئیّہ موجود ہے۔ ''دُرِّمُختار'' کے فُلاں صَفْحے پر فُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے۔ ''عالمگیری'' میں بقیدِ جلد وصَفْحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ہِندیہ میں خَیریہ میں ''مَبْسُوط'' میں ایک ایک کتاب فِقہ کی اَصل عبارت مع صَفْحہ وَسَطر بتادیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تووُہی صَفْحہ وَسَطر و عبارت پاتے جو زَبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔ اِس کو ہم زِیادہ سے زِیادہ یِہی کہہ سکتے ہیں کہ خُداداد قوّتِ حافِظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حِفظ تھیں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱ص ۲۱۰،مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

صرف ایک ماہ میں حِفْظِ قراٰن

حضرتِ جناب سیِّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشادفرمایا کہ بعض ناواقِف حضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔ سَیِّد ایّوب علی صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی روز سے دَور شُروع کردیا جس کا وَقت غالِباً عشاء کا وُضوفرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یادفرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یادفرمالیا۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ میں نے کلام پاک بالتَّرتیب بکوشش یادکرلیا اور یہ اِس لیے کہ ان بندگانِ خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱ص ۲۰۸،مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

عِشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراپاعشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کانُمونہ تھے،آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام (حدائقِ بخشش شریف) اس اَمر کا شاہد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نوکِ قلم بلکہ گہرائی قلب سے نِکلا ہوا ہر مصرَعہ آپ کی سروَرِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے بے پایاں عقیدت ومَحبّت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کبھی کسی دُنیوی تاجدار کی خوشامد کے لیے قصیدہ نہیں لکھا، اس لیے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی اِطاعت وغلامی کو دل وجان سے قبول کرلیا تھا۔ اس کا اظہار آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمایا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الْحَمد میں دنیا سے مسلمان گیا

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حُکّام کی خوشامد سے اِجتناب

ایک مرتبہ رِیاست نانپارہ (ضِلع بہرائچ یوپی) کے نواب کی مدح میں شعراء نے قصائد لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی گزارِش کی کہ حضرت آپ بھی نواب صاحِب کی مدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مَطلَع (غزل یا قصیدہ کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصروں میں قافیے ہوں وہ مَطلَع کہلاتا ہے۔) یہ ہے۔ ؎

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص، جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مَقْطَع (غزل یا قصیدہ کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلّص ہو وہ مَقْطَع کہلاتا ہے۔) میں ''نانپارہ'' کی بندِش کتنے لطیف اشارہ میں ادا کرتے ہیں۔ ؎

کروں مدح اہلِ دُوَل رضاؔ پڑے اس بلا میں مِری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مِرا دین ''پارہ ناں'' نہیں

فرماتے ہیں کہ میں اہلِ ثروت کی مدح سرائی کیوں کروں۔ میں تو اپنے کریم اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے در کا فقیر ہوں۔ مرا دین ''پارہ نان'' نہیں۔ ''نان'' کا معنیٰ روٹی اور ''پارہ'' یعنی ٹکڑا۔ مطلب یہ کہ میرا دین روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے جس کے لیے مالداروں کی خوشامدیں کرتا پھروں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ میں دنیا کے تاجداروں کے ہاتھ بکنے والا نہیں ہوں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بیداری میں دیدارِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو زیارتِ نبیِّ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی آرزو لیے روضۂ اَطہر کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اس موقع پر وہ معروف نعتیہ غزل لکھی جس کے مَطلَع میں دامنِ رحمت سے وابَستگی کی اُمید دکھائی ہے۔ ؎

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

لیکن مَقْطَع میں مذکورہ واقعہ کی یاس انگیز کیفیت کے پیشِ نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ　　تجھ سے شَیدا ہزار پھرتے ہیں

(اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مِصرعِ ثانی میں بطورِ عاجزی اپنے لیے ''کُتّے'' کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے مگر سگِ مدینہ عُفِیَ عَنْہُ نے اَدَباً یہاں ''شیدا'' لکھ دیا ہے)

یہ غَزَل عرض کر کے دیدار کے اِنتظار میں مُؤَدَّب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشمانِ سر سے بیداری میں

زیارتِ حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم سے مشرّف ہوئے۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹۲، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

سُبحٰنَ اللہ عزوجل! قربان جایئے ان آنکھوں پر کہ جنھوں نے عالَمِ بیداری میں محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کا دیدار کیا۔ کیوں نہ ہو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ''فَنا فی الرَّسول'' کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا نعتیہ کلام اِس اَمر کا شاہد ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

سیرت کی جھلکیاں

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے، اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کردے تو ایک پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم لکھا ہوا پائے گا۔(سوانح امام احمد رضا، ص ۹۶، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

تاجدارِ اہلسنّت، شہزادہ اعلیحضرت حُضُور مفتیِ اعظم ھند مولینا مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الحنّان ''سامانِ بخشش'' میں فرماتے ہیں۔؎

اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں　　　خدا ایک پر ہو تو اِک پر محمد

مَشائخِ زمانہ کی نظروں میں آپ واقعی فَنافی الرَّسول تھے۔ اکثر فراقِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم میں غمگین رہتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے۔ جب پیشہ ور گستاخوں کی گُستاخانہ عبارات کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جَھڑی لگ جاتی اور پیارے مصطَفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حمایت میں گستاخوں کا سختی سے رَدّ کرتے تاکہ وہ جھنجھلا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بُرا کہنا اور لکھنا شروع کردیں۔ آپ اکثر اس پر فخر کیا کرتے کہ باری تعالٰی نے اس دور میں مجھے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے لیے ڈھال بنایا ہے۔ طریقِ استعمال یہ ہے کہ بدگویوں کا سختی اور تیز کلامی سے ردّ کرتا ہوں۔ کہ اس طرح وہ مجھے برا بھلا کہنے میں مصروف ہوجائیں۔ اس وقت تک کے لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی شان میں گستاخی کرنے سے بچے رہیں گے۔ حدائقِ بخشش شریف میں فرماتے ہیں۔؎

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

غُرَباء کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، ہمیشہ غریبوں کی اِمداد کرتے رہتے۔ بلکہ آخری وَقت بھی عزیز و اقارِب کو وصیّت کی کہ غُرَباء کا خاص خیال رکھنا۔ ان کو خاطِر داری سے اچھے اچھے اور لذیذ کھانے اپنے گھر سے کِھلایا کرنا اور کسی غریب کو مطلق نہ جھڑکنا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اکثر تصنیف و تالیف میں لگے رہتے۔ نماز ساری عمر باجماعت ادا کی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خوراک بہت کم تھی، اور روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹہ سے زیادہ نہ سوتے۔(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹۶، مکتبۃ

المدینہ کراچی)

سونے کا مُنفَرِد انداز

سوتے وَقت ہاتھ کے اَنگوٹھے کو شہادت کی اُنگلی پر رکھ لیتے تا کہ اُنگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن جائے۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے ، بلکہ داہنی کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارَک سمیٹ لیتے۔اس طرح جسم سے لفظ ''محمد '' بن جاتا۔(حیات اعلٰی حضرت ، ج ا ،ص ۹۹،مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

یہ ہیں اللہ کے چاہنے والوں اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سچے عاشقوں کی ادائیں۔ ؎

نامِ خدا ہے ہاتھ میں نامِ نبی ہے ذات میں
مُہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

ٹرین رُکی رہی !

اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک بار پیلی بھیت سے بریلی شریف بذرِیعہ رَیل جارہے تھے۔راستے میں نواب گنج کے اسٹیشن پر ایک دو مِنَٹ کے لیے ریل رُکی ،مغرِب کا وَقت ہو چکا تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نَماز کے لیے پلیٹ فارم پر اُترے۔ساتھی پریشان تھے کہ رَیل چلی جائے گی تو کیا ہوگا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اطمینان سے اذان دِلوا کر جماعت سے نَماز شُروع کر دی۔اُدھر ڈرائیور انجن چلاتا ہے لیکن رَیل نہیں چلتی ،انجن اُچھلتا اور پھر پٹری پر گرتا ہے۔

ٹی ٹی، اسٹیشن ماسٹر وغیرہ سب لوگ جمع ہوگئے، ڈرائیور نے بتایا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں ہے۔اچانک ایک پنڈت چیخ اُٹھا کہ وہ دیکھو کوئی دَرویش نماز پڑھ رہا ہے، شاید رَیل اسی وجہ سے نہیں چلتی ؟ پھر کیا تھا اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے گرد لوگوں کا ہُجُوم ہوگیا۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اطمینان سے نَماز سے فارِغ ہو کر جیسے ہی رُفَقا کے ساتھ ریل میں سُوار ہوئے تو ریل چل پڑی۔سچ ہے جو اللہ کا ہو جاتا ہے کائنات اسی کی ہو جاتی ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مختلف عُنوانات پر کم وبیش ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں۔یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک لاکھوں فتوے لکھے، لیکن افسوس! کہ سب کو نقل نہ کیا جاسکا، جو نقل کر لیے گئے تھے ان کا نام ''العطایا النّبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ'' رکھا گیا۔فتاوٰی رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کُل صفحات :21656،کل سُوالات وجوابات :6847 اور کل رسائل :206 ہیں۔(فتاوٰی رضویہ، ج ۳۰،ص ۱۰، رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور)

ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔قرآن وحدیث ،فِقہ ،مَنطِق اور کلام وغیرہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی

وُسعَتِ نظری کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوٰی کے مُطالَعے سے ہی ہوسکتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند دیگر کُتُب کے نام درج ذیل ہیں: ''سبحٰنُ السُّبُّوح عَن عیبِ کِذب مَقْبُوح'' سچے خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنے والوں کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا ،جس نے مخالفین کے دم توڑ دیئے اور قلم نچوڑ دیئے۔''نُزُولِ آیاتِ فُرقان بسکُونِ زمین و آسمان'' اس کتاب میں آپ نے قرآنی آیات سے زمین کو ساکن ثابت کیا ہے۔سائنسدانوں کے اس نظریے کا کہ زمین گردش کرتی ہے رَدّ فرمایا ہے۔علاوہ ازیں یہ کتابیں تحریر فرمائیں: اَلمُعْتَمَدُ الْمُستَنَد ،تَجَلِّیُ الْیقین، اَلْکَوکَبَۃُ الشِّھابِیۃ ،سَلُّ السُّیُوف الہِندیۃ ،حیاۃُ الموات وغیرہ۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالیٰ علٰی محمَّد

ترجمہ قرآن شریف

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآنِ مجید کا ترجَمہ کیا جو اُردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجَمہ کا نام'' کنزُ الایمان'' ہے۔جس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا سیِّد نعیم الدین مُراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

وفات حسرت آیات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے خود اپنے وِصال کی خبر دے کر ایک آیتِ قرآنی سے سالِ وفات کا اِستخراج فرمایا تھا۔وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے:

وَيُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِاٰنِيَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّاَكۡوَابٍ

ترجمہ کنزالایمان: اوران پر چاندی کے برتنوں اورکُوزوں کا دَور ہوگا۔(پ ۲۹، الدھر: ۱۵)

(سوانح امام احمد رضا ،ص ۳۸۴، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۲۵ صفر المُظَفَّر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو جُمُعَۃُ الْمبارَک کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ پر،عین اذان کے وقت اِدھر مُؤَذِّن نے حَیَّ عَلَی الفلاح کہا اور اُدھر اِمامِ اَہلسُنَّت ولی نعمت ، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ المَرتبت ، پروانہ شمعِ رِسالت،مُجَدِّدِ دین ومِلّت ، حامیِ سُنّت، ماحیِ بدعت، عالِمِ شَرِیْعت ، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت،حضرتِ علامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رَحْمۃُ الرَّحْمٰن نے داعیٔ اَجل کو لبیک کہا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُراَنوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام بنا ہوا ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالیٰ علٰی محمَّد

دربارِ رسالت میں انتظار

۲۵ صفر المُظَفَّر کو بیت المقدّس میں ایک شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں اپنے آپ کو دربارِ رسالت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں پایا۔تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے عِظام رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ دربار میں حاضر تھے لیکن مجلس میں سُکوت طاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا اِنتظار ہے۔شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں عرض کی ،حُضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس کا انتظار ہے؟ سیِّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا،ہمیں احمد رضا کا اِنتظار ہے۔شامی بزرگ نے عرض کی ،حُضُور! احمد رضا کون ہیں؟ ارشاد ہوا، ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد وہ شامی بُزُرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف چل پڑے اور جب وہ بریلی شریف آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس عاشقِ رسول کا اسی روز (یعنی ۲۵ صفر المُظفَّر ۱۳۴۰ھ) کووصال ہو چکا ہے جس روز انہوں نے خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کو یہ کہتے سنا تھا کہ ''ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے۔''

(سوانح امام احمد رضا،ص ۳۹۱،مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یاالٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

کنز الایمان کا تقابلی جائزہ

دینِ اسلام کا حقیقی سرچشمہ قرآن حکیم ہے اور حدیث نبوی بھی اصلاً کتاب مقدس ہی کی شارح وترجمان ہے۔ ہدایتِ انسانی کا نسخۂ کیمیا اور امراض روحانی کی اکسیر شفا اسی جامع ومکمل صحیفۂ آسمانی کے اوراق میں محفوظ ہے جس کا سبب نزول ''ھدًی لِّلنّاس'' اور ''فیہ شِفاءٌ و رَحمۃٌ لِّلنّاس'' ہے۔اس کی آیات بنیات سے حقائق ومعارف کے چشمے ابلتے ہیں اور اسرار حیات کے سوتے بھی پھوٹتے ہیں جن سے انسانی فطرت سیراب ہوتی ہے اور اس کی عقل کو اس کی بارگاہ سے ابدی سکون اور سرمدی اطمینان کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

شرائع احکام اور مذاہب فقہیہ کی تدوین کا اصل مصدر ومنبع بھی قرآن ہے اور اسلام کی ساری عمارت اسی کی مستحکم بنیادوں پر قائم ودائم ہے اس کلامِ الٰہی اور دستور حیات پر جس کی جتنی گہری نظر ہوگی اسے حقائق اشیاء کے ادراک اور اس کی صحیح معرفت میں اتنا ہی کمال نصیب ہوگا اور اخذِ نتائج، استنباطِ مسائل اور مقاصد ومطالبِ دین تک پہنچنے میں قدم قدم پر اس کی مکمل رہنمائی بھی ہوتی رہے گی۔

حضرت فاضل بریلوی کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی۔اور تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی، جب بھی وہ کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے قلم اٹھاتے تو عموماً سب سے پہلے امّ الکتاب ہی کے دریائے حکمت سے اکتسابِ فیض کرتے اور اس کے سایۂ رحمت میں علم وفضل اور تلاش وجستجو کا سفرِ شوق طے کرتے۔جس کی محسوس برکتیں یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے یقین ووجدان کی حد تک شاید ہی کبھی کسی مسئلے پر لغزش کھائی ہو۔

میرے اس بیان حقیقت پر سیکڑوں کتابیں شاہدِ عادل ہیں جو کتاب یا رسالہ اٹھایئے آغازِ بحث کے ساتھ ہی پہلی نظر میں کچھ آیتیں ضرور نظر آئیں گی جن میں باریک نکات اور اسرارِ قرآن کو مختلف پہلوؤں سے واضح وروشن کیا گیا ہے، فتاویٰ رضویہ کی مختلف جلدوں میں جو رسائل ہیں، ان کا مطالعہ کیجیے ان شآء اللہ آپ کو بھی اطمینان قلب میسر آجائے گا۔

قرآن حکیم کا تفسیری ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ) آپ کی قرآن فہمی کا شاہکار ہے، ترجمۂ قرآن میں بھی ورق ورق پر اردو فصاحت وبلاغت کے آبدار موتی ملیں گے جن میں آپ عظمتِ اسلام کی حقیقی جھلک کا چشمِ سر سے مشاہدہ کرسکتے ہیں۔

یہ خدا کا فضل عظیم ہی ہے کہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ (مصنف بہار شریعت) کے اصرار پیہم پر خاص اوقات میں اس ترجمہ کی کسی طرح تکمیل ہوگئی۔ترجمہ کرتے وقت نہ تو برائے ترجمہ کوئی سابقہ تیاری اور نہ اس حیثیت سے کتبِ تفسیر ولغت کا کوئی خصوصی مطالعہ کیا جاتا۔ بلکہ اپنی خداداد صلاحیت کے سہارے حضرت فاضل بریلوی بالکل برجستہ زبانی طور پر بولتے جاتے اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اسے لکھتے جاتے۔

صدر الشریعہ اور دیگر خلفاء و تلامذہ اس وقت اور ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے جب دیکھتے کہ یہ برجستہ ترجمہ قدیم تفاسیر معتبرہ راجحہ کے بالکل مطابق اور روح قرآن کا صحیح راز داں ہے، ترجمہ میں عربی وارد و زبان و ادب کی بھی پوری پوری رعایت ہے اور اسے عظمتِ ربوبیت و شانِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حقیقی محافظ و نگہبان ہونے کا بھی شرف حاصل ہے ساتھ ہی نحوی ترکیبیں بھی بآسانی سمجھ میں آجاتی ہیں۔

حشرات الارض کی طرح بکھرے ہوئے بہت سے نئے نئے مترجمین کے تراجم قرآن کا ایک اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے۔ اسے پڑھئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے ضمیر سے سوال کیجئے کہ صحیح و مستند ترجمہ کون سا ہے؟ میرا خیال ہے کہ اہل بصیرت پہلی ہی نظر میں خوب و ناخوب اور خیر و شر کی تمیز بآسانی کر لیں گے اور دیکھیں گے کہ دوسروں کے مقابلے میں حضرت فاضل بریلوی کا ترجمہ کس آب و تاب اور کس شان و شوکت کا ہے اور انہوں نے قرآن حکیم کی اتباع و پیروی میں کس طرح سمندروں کو کوزوں میں بھرنے کی سعیٔ مشکور کی ہے۔ حالانکہ کتنوں کے قدم لڑکھڑا گئے ہیں اور ضلالت و سفاہت کی خار زار وادیوں میں الجھ کر خسران و ہلاکت کے عمیق غار میں جا گرے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب دیانت و انصاف اور اخلاص قلب کے ساتھ تقابلی مطالعہ کی بسم اللہ پڑھیئے۔

۱۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔

(اشرف علی تھانوی)

شروع اللہ نہایت رحم کرنے والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

(عبدالماجد دریابادی)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

(اعلیٰحضرت بریلوی)

مقدم الذکر تراجم میں ''شروع'' کو مقدم کیا گیا ہے جس سے اردو ترجمہ میں نہ تو کوئی خوبی پیدا ہوئی اور نہ ہی بسم اللہ کا مفہوم و مقصود پورا ہوا حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ تائیدِ ربانی یہ ہے کہ انہوں نے بامحاورہ ترجمہ بھی فرمایا اور بسم اللہ کے اندر خدا کے نام سے ہر کام کی ابتداء کا جو درس دیا گیا ہے اس پر بھی عمل فرمایا اور اس طرح اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو مقدس و پاکیزہ بنا لیا، جس میں سراپا برکت ہی برکت ہے اور جس کا اثر ترجمہ سورۃ الحمد سے لے کر والنّاس تک ظاہر اور بابِ بصیرت پر واضح ہے۔

۲۔ خداوند قدس ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (پ ۲، ع ۱)

اس آیتِ کریم میں لِنَعْلَمَ کا ترجمہ متعدد اصحاب قلم نے یہ کیا ہے۔

ہم معلوم کرلیں۔(ڈپٹی نذیر احمد) ہمیں معلوم ہوجائے (مرزا حیرت دہلوی) ہم جان لیں (سرسید) ہم کومعلوم ہو جائے (اشرف علی تھانوی)

اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

عربی اردو ڈکشنری میں چونکہ العلم کا ترجمہ جاننا اور معلوم ہونا پڑتا اس لئے یہاں بھی وہی ترجمہ کردیا گیا، اور اس حقیقت تک ان مترجمین کی نظر نہ پہنچی کہ ربِ کائنات تو عالم الغیب والشہادہ ہے۔ ہر چیز کا ازلی وابدی طور پر عالم ہے، اس کی شان میں ''ہم جان لیں'' اور ہم کو معلوم ہوجائے۔اس طرح کا ترجمہ کیا شان الوہیت میں تنقیص یا بے بصیرتی نہیں؟ کیونکہ معلوم تو وہ کرے جس کو پہلے سے اس شئے کا علم نہ ہو، کیا جاننا ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق اس کی مشیت ہی پر موقوف ہے؟ عرضی نویسوں کی طرح ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرلینا اور چیز ہے، اور کلام الٰہی کو صحت عقائد کے ساتھ سمجھ لینا دوسری بات ہے۔ ہر شے کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے آیات کے مزاج سے مکمل واقفیت کے ساتھ اس کا بامحاورہ ترجمہ کرلینا محض توفیق ایزدی ہی سے ممکن ہے اور یہ نعمت ہر کس وناکس کو نہیں ملتی۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔(الآیۃ)

۳۔وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ○(پ ۴، ع ۵)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔

(شیخ دیوبند محمود الحسن)

حالانکہ ابھی خدا نے تم میں جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور یہ کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔

(فتح محمد جالندھری)

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا، گویا اب تک خدائے کائنات اس سلسلہ میں غیر علم تھا۔ یہ ترجمہ ہے شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی کا۔

دوسرے مترجم صاحب نے بزعم خویش، اچھی طرح، ترجمہ کرکے اپنی کچھ فتح دکھانی چاہی تو یوں غارت گری فرمائی۔ اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں۔مطلب یہ ہوا کہ معلوم تو کچھ تھا مگر اچھی طرح علم نہیں تھا۔معاذ اللہ اب وہ نقص پورا کیا جارہا ہے، آیئے اور ملاحظہ فرمایئے فاضل بریلوی کا ایمان افروز ترجمہ:

اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

۴۔نَسُوا اللهَ فَنَسِيَهُمْ۔(پ ۱۰، ع ۱۵)

یہ لوگ اللہ کو بھول گئے اور اللہ نے ان کو بھلا دیا۔ڈپٹی نذیر احمد، فتح محمد جالندھری، محمود الحسن۔

ہر ایک نے اس آیت میں نسیان کا مذکورہ بالا ترجمہ یعنی بھولنا کیا ہے۔ کیا انہیں خبر نہیں کہ جب خداوند قدوس ہمیشہ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس کا علم اس کی صفت ہے اور اسی صفت جو اپنے موصوف سے ایک لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوسکتی تو یہ نسیان جس سے علم کی نفی ہے۔ اس کا اطلاق اس ذاتِ باری کے لئے کیسے ہوسکتا ہے جو تمام عیوب سے یکسر پاک ہے، مفہوم و معنی جس لحاظ سے بھی دیکھئے یقیناً یہ ترجمہ غلط اور گمراہ کن ہے، کاش یہ مترجمین تفسیر نسفی کا مندرجہ ذیل حصہ پڑھ لیتے تو ہرگز یہ غلط ترجمہ نہ کرتے۔

(وَاَکِیْدُ کَیْداً) وَاُجَازِیْھِمْ جَزَاءَ کَیْدِھِمْ بِاِسْتِدْرَاجِیْ لَھُمْ مِنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْن. فَسَمّٰی جَزَاءَ الْکَیْدِ کیدا کما سمّٰی جزاءَ الاعتداءِ والسیئۃ اعتداءً وسیئۃً وان لم یکنِ اعْتداءً وسیئۃً. وَلَا یَجُوْزُ اِطْلَاقُ ھٰذَا الْوَصْفِ عَلَی اللہِ تَعَالٰی اِلَّا عَلٰی وَجْہِ الْجَزَاءِ کَقَوْلِہٖ نَسُوْااللہَ فَنَسِیَھُمْ. یُخٰدِعُوْنَ اللہَ وَھُو خَادِعُھُمْ ۚ اَللہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ۔

(ص ۶۷۸ ج ۳، مدارک التنزیل۔ ابوالبرکات عبداللہ نسفی (م ۷۱۰ھ) (طبع بیروت))

فاضل بریلوی کا صحیح اور بصیرت افروز تفسیری ترجمہ یہ ہے ''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا۔''

۵۔ اَللہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ ۔ (پ ۱، ع ۲)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے۔ (محمود حسن)

اللہ ہنسی اڑاتا ہے ان کی۔ (مرزا حیرت)

ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔ (فتح محمد جالندھری)

اللہ تعالیٰ ان کو بناتا ہے۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

اللہ جل شانہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔ (نواب وحید الزماں، غیر مقلد)

اللہ ان سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ (سرسید)

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ ۔ (پ ۲، ع ۲)

ہم تو صرف استہزاء کیا کرتے ہیں۔ (اشرف علی تھانوی)

سبوح وقدوس کی بارگاہِ عظمت میں ہنسی اُڑانا، بنانا، دل لگی کرنا، ٹھٹھا کرنا، اس طرح بازاری محاورے وہی استعمال کرتا ہے جو شانِ الوہیت سے ناآشنا ہو اور جسے تائید ربانی کا کوئی حصہ نہ ملا ہو۔

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے، (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۶۔ وَمَکَرُوْا مَکْرًا وَّمَکَرْنَا مَکْرًا ۔ (پ ۱۹، ع ۱۹)

اور انہوں نے بنایا ایک فریب۔ (محمود الحسن)

اللہ چالوں میں ان سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ (عبدالماجد دریابادی)

اورانہوں نے اپنا سا مکر کیا اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۷۔وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ واللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔(پ ۳، ع ۱۳)

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔(محمود الحسن)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۸۔قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا۔(پ ۱۱، ع ۸)

کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے۔(محمود الحسن۔و فتح محمد و عاشق الٰہی میرٹھی)

تم فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۹۔وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا۔(پ ۱۳، ع ۱۲)

اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب،(محمود الحسن)

خدائے قدوس کی ذات تو فریب سے پاک ہے، ہاں! ان بے توفیق مترجمین نے امت مسلمہ کے ساتھ مکر کرتے ہوئے انہیں فریب دینے کی ضرور کوشش کی ہے۔صحیح ترجمہ یہ ہے اور ان سے اگلے فریب کر چکے ہیں تو ساری خفیہ تدبیر کا مالک تو اللہ ہی ہے۔(ترجمہ رضویہ)

۱۰۔ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ۔(پ ۱۳، ع ۳)

یوں تو داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو۔(محمود الحسن)

غضب خدا کا! یہ جہالت و غباوت کہ ذاتِ باری تعالیٰ کو مکر و فریب سے متصف بھی مانا۔اور دوسرے کو داؤ بتانے والا بھی، ایمان افروز ترجمہ یہ ہے۔جس سے ذہن کی ساری گرہیں کھل جائیں۔

ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۱۔فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔(پ ۹، ع ۲)

سو بے ڈر نہیں ہوئے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔(محمود الحسن)

سو اللہ کی چال سے تو وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جن کو برباد ہونا ہے۔(ابوالاعلیٰ مودودی)

اس ترجمہ میں بھی وہی پرانی خرابی ہے جو بربادیٔ ایمان کا باعث ہے۔

تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۲۔اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ۔(پ ۵، ع ۱۸)

منافقین دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور اللہ بھی ان کو دغا دے گا۔(عاشق الٰہی میرٹھی)

خدا ہی ان کو دھوکہ دے رہا ہے۔(ڈپٹی نذیر احمد)

اور اللہ ان کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔ (فتح محمد)
وہ ان کو فریب دے رہا ہے۔ (مرزا حیرت ونواب وحید الزماں)
ان تمام مترجمین کی اجتماعی اور استمراری غلطیوں کے مقابلے میں فاضل بریلوی کا بے نظیر ترجمہ یہ ہے۔
بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی ان کو غافل کر کے مارے گا۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۳۔ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْــٴَـسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ (پ ۱۳، ع ۶)
یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہوگئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا، کہ ہمارے فہم نے غلطی کی (اشرف علی)
یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ (محمود الحسن)
مؤخر الذکر نے، نا اُمید ہونے لگے، کا ترجمہ کر کے مایوسی سے کچھ بچنے کی راہ نکالی ہے۔ پھر بھی تائید ربّانی سے ناامیدی کا صدور نہ سہی مگر امکان تو ضرور پایا گیا، اور اول الذکر نے تو ''مایوس ہوگئے''۔ صاف صاف ترجمہ کر ڈالا۔ حالانکہ انبیائے کرام تائید ربانی سے نہ ''نا اُمید ہونے لگے'' اور نہ مایوس ہوگئے۔ ہاں مترجم ضرور محروم ہوا، جس کا واضح ثبوت اس کا ترجمہ ہے، تائید ربانی دیکھنی ہو تو یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔
یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا۔ جاءھم نصرنا، اس وقت ہماری مدد آئی۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۴۔ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۪ۖ (پ ۱۶، ع ۱۶)
اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔ (عاشق الٰہی میرٹھی)
اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔ (اشرف علی تھانوی)
چونکہ انبیاء کرام خطا سے معصوم ہیں اس لئے ان کی طرف نافرمانی اور گمراہی کی نسبت کھلا ہوا عصیان اور صریح ضلالت ہے، فاضل بریلوی کا ترجمہ عصمتِ انبیاء کا صحیح محافظ ہے۔
اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۵۔ وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا۔ (پ ۱۲، ع ۱۳)
اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور اس کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چکا تھا۔ (اشرف علی)
حرف شرط لو کو منقطع مان کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لئے گستاخانہ اور گمراہ کن ہے۔ فاضل بریلوی کا ترجمہ یہ ہے۔
''اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ اگر اپنے رب کی

دلیل نہ دیکھ لیتا۔‘‘(اعلیٰ حضرت بریلوی)

لوکومنقطع نہ مان کراس کا ایسا ترجمہ کیا گیا کہ عصمت انبیاء پر کوئی آنچ نہ آئی۔

۱۶۔وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔(پ۲۸،ع۲۰)

اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو۔(محمود الحسن)

’’احصان‘‘ کا ترجمہ روکے رکھنا۔اور فرج، کا ترجمہ شہوت کی جگہ اردو میں لفظی ترجمہ اور صحیح تو کہا جاسکتا ہے مگر احترام پسندانہ ترجمہ ہرگز نہیں چونکہ عفت وطہارتِ مریم کا ذکر ہے۔

اس لئے فصیح اور مناسب ترجمہ یہ ہے۔

اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۷۔قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔(پ۳۰،ع۳۴)

آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو!(اشرف علی)

خداوند قدوس آمر مطلق اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مامور من اللہ ہیں۔مامور پر آمر کی برتری کے اظہار کے لئے بہترین ترجمہ یہ ہے۔

تم فرماؤ اے کافرو!(اعلیٰ حضرت بریلوی)

فرماؤ کے لفظ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ یہ رسول اپنے مخاطبوں سے سربلند اور ان پر فرمانروا ہیں۔

۱۸۔قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔(پ۱۶،ع۳)

اے محمد! کہہ دو کہ میں تو محض تم ہی جیسا ایک انسان ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے، کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔(تفہیمات ص ۱۵۰، حصہ دوم از مودودی)

عبدالشکور کاکوروی نے لکھا ہے، نبی کریم نے فرمایا۔اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ میں تمہاری طرح ایک ’’معمولی انسان‘‘ ہوں اگر تم میں اور مجھ میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کا پیام لایا ہوں۔(ماہنامہ النجم کا کوریص ۵، ۱۱ جون ۱۹۳۷ء)

محض تم ہی جیسا ایک انسان اور ایک معمولی انسان، یہ دونوں ترجمے قرآن حکیم کے مفہوم کی کھلی ہوئی تحریف ہیں، حبیب کبریا کی عظمت شانِ کا اظہار اس ترجمہ سے واضح ہے جو تائید ربّانی کا حامل اور قرآنِ حکیم کا صحیح ترجمان ہے۔

تم فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۱۹۔وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔(پ۳۰،ع۱۸)

اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی۔(محمود الحسن)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بےخبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا۔ (اشرف علی)

ضلال کے معنی جس طرح گمراہ ہونا، آوارہ پھرنا، بھٹکنا ہے۔ اور ہدایت کی ضد ہے جیسے ارشاد باری ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ (پ ۱۴، ع ۲۲)

بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

اور غوایت کے ہم معنی بھی ہے جیسے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى○ (پ ۲۷، ع ۵) تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔ (ترجمہ رضویہ) اسی طرح ایک معنی وارفتۂ محبت ہونا بھی ہے۔ کمافی القران۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ○ (پ ۱۳، ع ۵) بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں، یعنی حضرت یعقوب کے بارے میں ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ ابھی تک حضرت یوسف کی محبت میں وارفتہ ہیں اور ہمارا کہنا ہے کہ انھیں بھیڑیے نے کھالیا ہے۔ اب فاضل بریلوی کا محتاط اور ہدایت یافتہ ترجمہ سماعت فرمائیں۔

اور تمہیں اپنی محبت میں خود درفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

تو جو حق کی طرف راہ پائے وہ قرآن حکیم کا مزاج سمجھے لیکن انبیائے کرام کی شان میں بھی بڑی غلطی کرنے کی حرکت سے جو باز نہیں رہتے وہ تو یہی ترجمہ کریں گے۔ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ (پ ۱۹، ع ۶)

موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ (اشرف علی تھانوی)

۲۰۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (پ ۲۶، ع ۶)

اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی۔ (اشرف علی)

اپنے گناہ کے واسطے کا مطلب یہ ہے کہ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم عن الخطاء نہیں، اور مانگتے رہئے! کا ترجمہ بتاتا ہے کہ اس گناہ میں استمرار ہے۔ یا کم از کم گناہ کا صدور تو ضرور ہوا ہے۔ اس وجہ سے اس کے لئے ہمیشہ استغفار کرنا ضروری ہے، فاضل بریلوی کا گناہ سوز ترجمہ سنیں ان شآء اللہ ایمان میں کچھ تازگی ضرور پیدا ہوجائے گی۔

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۲۱۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ○ (پ ۱، ع ۱۴)

اور اے پیغمبر اگر تم اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم یعنی قرآن آچکا ہے، ان کی خواہشوں پر چلے تو پھر تم کو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (ڈپٹی نذیر احمد)

مولوی اشرف علی تھانوی اور عبدالماجد دریابادی کا ترجمہ بھی اس طرح کا ہے جس سے عصمتِ انبیاء پر براہ راست زد پڑتی ہے۔ لیکن فاضل بریلوی کے ترجمہ نے اس کا شائبہ بھی ختم کردیا ہے۔

اور (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا، بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے کوئی تیرا

بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

۲۲۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔(پ۱،ع۱)

بتلا دیجیے ہم کو رستہ سیدھا۔(اشرف علی)

اگر اِرَاءَۃُ الطَّرِيْقِ اور اِيصَالُ اِلَى الْمَطْلُوْبِ کا فرق ان مترجمین کے یہاں واضح ہوتا تو ہر گز یہ ترجمہ نہ کرتے، ایک مومن تو سیدھی راہ پر ہے ہی۔اب دعا یہ ہے کہ توفیق الٰہی اس راہ پر اس کے شامل حال رہ کر منزل مقصود تک پہنچائے تائید الٰہی کے ساتھ منزل تک وہی پہنچ سکتا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہو•

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔(اعلیٰ حضرت بریلوی)

راہ میں دشوار گزار مرحلے اور پرخار وادیاں آئیں لیکن یہ فیضان ہے۔قرآن حکیم پر ایمان کامل اور اس پر مفسرانہ نظر کا کہ حضرت فاضل بریلوی ہر منزل اور ہر موڑ سے کامیاب گزرے ہیں۔

انور جنہیں اپنی عقل وفلسفہ اور زبان دانی پر ناز تھا کوئی حکیم الامت تھا اور کوئی شیخ الہند، کچھ مفکرِ اسلام ہونے کے مدعی ہیں تو بعض کو اپنی وسعت مطالعہ اور روشن خیالی کا غرّہ ہے۔انہوں نے ترجمۂ قرآن میں ایسی ایسی ٹھوکریں کھائیں کہ ان کے ایمان واسلام ہی کی خیر نہ رہی۔

بصیرتِ ایمانی سے محروم ہو کر تاریخ ولغت پر اعتماد کر کے انہوں نے لفظی ترجمہ کرنا چاہا اور اپنے مزعومہ وخود ساختہ نظریات کی تبلیغ کا ایک کامیاب طریقہ سمجھ کر اس کام کا آغاز کیا۔اس لئے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ جیسی نیت ویسی برکت کے تحت ان کے ہاتھ محرومی ہی کی طرف بڑھے۔اور ضلالت وگمراہی کی دلدل میں پھنسے اور ہلاکت کے سمندر میں غرق ہوتے ہی گئے۔ان کے برعکس فاضل بریلوی پر خدا کا ایسا فضل وکرم ہوا اور توفیق الٰہی اس طرح سایہ فگن ہوئی کہ ذوق نظر ہو تو بس دیکھا کیجئے۔کتنی سچی اور حقیقت افروز بات ذکر کی ہے حضرت مولانا بدرالدین احمد قادری نے کہ۔

دورِ حاضر میں اردو کے شائع شدہ ترجموں میں صرف ایک ترجمہ کنزالایمان ہے جو قرآن کا صحیح ترجمان ہونے کے ساتھ (۱) تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔(۲) اہل تفویض کے مسلک اسلم کا عکاس ہے۔(۳) اصحاب تاویل کے مذہب سالم کا مؤید ہے۔(۴) زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے۔(۵) عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک ہے۔(۶) قرآن حکیم کے اصل منشاء ومراد کو بتاتا ہے۔(۷) آیاتِ ربّانی کے انداز خطاب کو پہنچواتا ہے۔(۸) قرآن کے مخصوص محاوروں کی نشان دہی کرتا ہے۔(۹) قادرِ مطلق کی ردائے عزت وجلال میں نقص وعیب کا دھبہ لگانے والوں کے لئے شمشیر برّاں ہے۔(۱۰) حضرات انبیاء کی عظمت وحرمت کا محافظ ونگہبان ہے۔(۱۱) عامۂ مسلمین کے لئے بامحاورہ اردو میں سادہ ترجمان ہے۔(۱۲) لیکن علماء ومشائخ کے لئے حقائق ومعارف کا امنڈتا سمندر ہے۔

بس اتنا سمجھ لیجئے کہ قرآنِ حکیم، قادرِ مطلب جلّ جلالہٗ کا مقدس کالم ہے اور کنزالایمان اس کا مہذب ترجمان ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ ترجمہ اس کا ہے جو عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا علمبردار، تائیدِ ربّانی کا سرمایہ دار۔انوارِ ربّانی کا حامل۔

حقائق قرآن کا ماہر دقائقِ قرآن کا عارف ہے۔

(سوانح اعلیٰحضرت طبع سوم)

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترجمۂ قرآن کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ شیخ الحدیث والتفسیر دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کراچی لکھتے ہیں۔

اس ترجمہ میں اردو، عربی کے اسلوب میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے۔ اس ترجمہ میں علم کلام کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھا کر عبارت کے سلیس فقروں میں رکھ دی ہیں۔

ذات و صفات۔ جبر وقدر۔ اور نبوت و رسالت کے نازک مسائل کو جس عمدگی اور اختصار کے ساتھ ترجمہ کی سحر کاری سے سہل کیا ہے۔ امام رازی اگر اسے دیکھ پاتے تو بے اختیار آفریں کہتے۔ ابن عطاء و جبائی کے سامنے یہ ترجمہ ہوتا تو شاید اعتزال سے توبہ کر لیتے۔ خامۂ تصوف سے جس طرح اعلیٰحضرت نے آیات کے بطن کو ترجمہ میں ڈھالا ہے غزالی ہوتے تو دیکھ کر وجد کرتے۔ ابن عربی شاد کام ہوتے۔ اور سہروردی دعائیں دیتے۔ ترجمہ کے ضمن میں جو فقہی نگینے لاتے ہیں اگر امام اعظم پر پیش کئے جاتے تو یقیناً مرحبا کہتے۔ اور اگر ابن عابدین اور سید طحطاوی کے سامنے یہ فقہی آبگینے ہوتے تو اعلیٰحضرت سے تلمذ کی آرزو کرتے۔

قرآنِ مجید کے علوم وفنون۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی تاویل و تفسیر پر جو شخص نگاہ رکھتا ہو وہ جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یقیناً سوچے گا کہ اگر قرآنِ مجید اردو میں اترا ہوتا تو یہ عبارت اس کے قریب تر ہوتی۔ اور جو فصاحتِ زبان سے آشنا ہو اسے کہنا پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان و بیان کی بلاغت اعجاز کی سرحدوں کو چھوتی معلوم ہوتی ہے۔ (ص ۱۰ محاسن کنزالایمان طبع ششم مرکزی مجلس رضا لاہور)

جماعت اسلامی ہند کا ترجمان ماہنامہ ''الحسنات'' رام پور لکھتا ہے۔

فقہ میں المختار اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی کارنامہ ترجمہ قرآن مجید ہے۔ جو ۱۹۱۱ء بمطابق ۱۳۳۰ھ میں کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے منظر عام پر آیا اور جس کے حواشی خزائن العرفان فی تفسیر القرآن کے نام سے مولوی نعیم الدین مرادآبادی نے تحریر فرمائے۔

یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جلّ مجدہٗ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے۔ احمد رضا خان نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے۔ (۵۴۔۵۵ شخصیات نمبر سالانہ ۱۹۷۹ء)

اتنا جامع اور عظیم الشان ترجمہ کس طرح اور کیسے مکمل ہوا، اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

''صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰحضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی۔

آپ نے وعدہ فرما لیا لیکن دوسرے مشاغلِ دینیہ کثیرہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰحضرت نے فرمایا۔ چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے۔ اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ، قلم اور دوات لے کر اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہوگیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰحضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے رہتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے۔ بعدۂ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے۔ بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن مجید روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔

پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰحضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰحضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ (سوانح اعلیٰحضرت، ص ۲۷۴، ۲۷۵)

آپ نے قرآن حکیم کی کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی مگر بعض اہم تفاسیر پر آپ کے جو غیر مطبوعہ محققانہ حواشی ہیں اگر وہ اہل علم کے سامنے آجائیں اور نگاہ بصیرت سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو اس فن میں بھی آپ کے تبحر اور مہارت تامہ کا نہایت آسانی سے ہر صاحبِ علم انسان اعتراف کرے گا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی (تلمیذ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی) بن حضرت مولانا فضل رسول بدایونی (تلمیذ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کے عرس مبارک میں ایک بار آپ تشریف لے گئے۔ وہاں ۹ بجے صبح سے ۳ بجے تک کامل چھ گھنٹے سورۂ والضحیٰ پر تقریب کی اور فرمایا اس سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کی تفسیر (۸۰) اسّی جز لکھ کر چھوڑ دیا ہے کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن حکیم کی تفسیر لکھ سکوں۔ (حیات اعلیٰحضرت جلد اوّل۔ ص ۹۷)

عرض ناشر

ہم نے ''القرآن الکریم (ترجمہ) کَنْزُ الْاِیْمَانْ'' کی اس جزو کو طباعت کے جدید ترین تقاضوں کے مطابق خوبصورت اور جاذب نظر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس متن کی تصحیح میں بھی اتنی ہی محنت کی ہے جتنی کسی انسان سے ممکن ہے۔ اس کے باوجود اس کے متن میں کسی نوعیت کی کوئی خامی، کمی یا غلطی نظر آئے تو اس تقاضائے بشریت سمجھتے ہوئے درگزر سے کام لیجئے اور ہمیں مطلع فرمائیے تاکہ آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔ (ادارہ)

تعارف آسان کنز الایمان

قرآن عظیم علم و معرفت کا ایک عظیم و لاثانی اور لافانی خزانہ ہے جو رحمٰن و رحیم پروردگار نے اپنے بندوں کی نفع و ہدایت کے لئے اپنے کلام کی صورت میں نازل فرمایا اور پھر ایک وقت آیا کہ کتابی صورت میں ہمارے ہاتھوں میں آیا۔

اس کتابِ الٰہی کی شانِ عظمت محتاج بیان نہیں، ہر ذی شعور جانتا ہے کہ اس کتابِ الٰہی کو پڑھنا، سمجھنا اس پر عمل کرنا اور اس کا پیغام دوسروں کو پہنچانا، یہ سب کچھ دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم کے نازل ہونے سے لے کر اب تک دنیائے اسلام کے اصحاب علم نے اس کی ترویج و اشاعت کی عظیم خدمت کو اپنا دین و ایمان سمجھا اور ہر دور میں وہ اصحابِ علم گزرے جنہوں نے اپنے علم و تحقیق کے مطابق اس کے تراجم فرمائے اور اس کتابِ الٰہی میں موجود علوم و معرفت، رشد و ہدایت کے جام طلب علم کے پیاسوں، میخانۂ عرفاں کے متوالوں، حق کے طلبگاروں کو بھر بھر کر پلائے۔ جن نفوس قدسیہ نے قرآن پاک کی اس عظیم خدمت کو اپنے لئے باعثِ عزت وسعادت سمجھا ان میں سے ایک جگمگاتا نور برساتا نام ''امام اہلسنت مجددِ دین وملت پروانۂ شمع رسالت، ہرسنی کے آقائے نعمت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن کا ہے جن کا شہرہ آفاق ترجمہ قرآن بنام کنز الایمان آسمانِ سنیت پر آفتاب بن کر اپنی تجلیات سے شمع علم کے پروانوں کو فیض پہنچا رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' لفظی و بامحاورہ ترجمہ کا حسین امتزاج ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسے لغت کی مطابقت سے بھی مزین کیا گیا ہے اس ترجمۂ قرآن میں قرآنی حقائق و معارف کے اسرار و رموز کو ضروریاتِ دین واحادیثِ مبارکہ، اقوال آئمہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سلیس انداز میں اہل بصیرت پر واضح کیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ بارگاہِ الوہیت کے تقدس اور احترام نبوت کی کماحقہ، پاسداری بھی کی گئی ہے۔ الغرض اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' ایسا مکمل و جامع ترجمہ قرآن ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اب مزید کسی ترجمہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مگر یہ بات بھی اپنی جگہ حق ہے کہ زبان کوئی بھی ہو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے طرز معاشرت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ زبان کی تبدیلی بھی رونما ہوتی ہے اور وقت کی ضرورت اور تقاضوں کے تحت اس میں ترمیم کی حاجت درپیش ہوتی ہے تاکہ اپنے مؤقف کو دوسروں تک بہ آسانی پہنچایا و سمجھایا جاسکے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک دور میں جو اردو بولی جاتی تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تقریباً سو سال سے زائد کا سفر طے کرنے کے بعد اس میں موجود بہت سے الفاظ ومحاورے واستعارے اپنے معنی ولغت کے اعتبار سے متروک ہو چکے ہیں۔

اہل علم حضرات کے لئے تو یہ مبارک ترجمہ قرآن کنز الایمان سمجھنا کچھ دشوار نہیں مگر عوام الناس کے فہم وشعور کے لحاظ سے اب اس بات کی شدید ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ اس مبارک ترجمہ کو آج کی بولی جانے والی اردو زبان میں مزید

آسان اور عام فہم کر دیا جائے تا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے مثل ترجمہ قرآن کنز الایمان کا فیض عام طبقے میں بھی عام ہو سکے۔

چنانچہ اس حقیر پُرتقصیر نے بعض احباب کی اس طرف توجہ دلانے پر اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی جرأت اختیار کی اور اللہ عزوجل کے خاص فضل اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم اور میرے مرشد کریم کی فیضان نظر سے یہ عظیم خدمت پایۂ تکمیل کو پہنچی اور یوں ترجمۂ قرآن بنام ''آسان کنز الایمان'' آج آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس ترجمۂ قرآن ''آسان کنز الایمان'' میں جو کچھ بھی خوبیاں پائیں بلاشک وشبہ وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہی وہ فیض ہے جو میرے مرشد کریم کی خاص نظر کرم کے ذریعے اس ترجمہ کو حاصل ہوئیں۔اور اس ترجمۂ قرآن میں جو کچھ خامیاں وکوتاہیاں سامنے آئیں وہ یقیناً اس حقیر پرتقصیر کی کم علمی وکم فہمی کا شاخسانہ ہیں۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب میرے رؤف ورحیم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اور اپنے پیاروں کے صدقہ وطفیل سے اس ترجمۂ قرآن ''آسان کنز الایمان'' کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر اس کی ضیاء باریوں سے اپنے بندوں کے قلب وذہن،فکر ونظر کو منور فرمائے اور اس حقیر پرتقصیر کے لئے ذریعہ نجات بنا کر دنیا و آخرت،قبر وحشر کو جگمگائے۔

طالب دعا

ابوتراب محمد ناصر الدین ناصر مدنی

مختصر تعارف صدر الافاضل

مراد آباد کی وجہ تسمیہ:

ہندوستان ایشیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اتر پردیش اس ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس صوبہ میں پانچ اضلاع پر مشتمل ''روہیل کھنڈ'' ایک مردم خیز علاقہ ہے۔ حافظ رحمت اللہ خاں روہیلہ (متوفی ۱۷۷۴ء) نے اس علاقہ کو فتح کیا اسی وجہ سے اس علاقہ کو ''روہیل کھنڈ'' کہا جاتا ہے۔ مراد آباد اسی روہیل کھنڈ کا ایک مشہور صنعتی شہر ہے۔ شہنشاہ اعظم شاہجہاں کے بیٹے شہزادہ مرادؔ کے نام پر رستم خاں نامی جرنیل نے اس بستی کا نام ''مراد آباد'' رکھا تھا۔

مغل تاجدار محی الدین اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دور حکومت میں ایران کے شہر مشہد (جہاں اب بھی اہلسنت کی اکثریت اور سادات کی کثرت ہے۔) سے کچھ ارباب فضل و کمال (صدرالافاضل کے آباء و اجداد) ہندوستان آئے انہیں گوناں گوں صلاحیتوں کے سبب بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اسی خانوادے میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ کے گھر ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ایک ہونہار سعادتمند بچے کی ولادت ہوئی، فیروزمندی اور اقبال کے آثار اس کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ وہی بچہ بڑا ہوکر دنیائے سنیت کا عظیم رہنما آسمان سیاست کا نیر اعظم دنیائے فضل و کمال کا صدر الافاضل اور دنیائے درس و تدریس کا استاذ العلما، نیز میدان شعر و سخن میں نعیم الدین مراد آبادی کے نام سے جانا پہچانا گیا۔ مزید براں تدبر تفکر، دیدہ وری، دانشوری علمی جاہ و حشم، شرافت نفس، نیک نیتی، سادگی، اتباع شریعت، زہد و اتقا، ادب پروری، سخن سنجی سیاسی بصیرت حق گوئی وراست بازی، جرأت و بے باکی اور دین حق کی حفاظت و اشاعتی سرگرمیوں کے ذکر سے صدالافاضل کی شخصیت آراستہ و پیراستہ نظر آتی ہے۔ ان کے دربار میں اپنوں اور بے گانوں کی کوئی تمیز نہیں تھی، سواد اعظم میں ان کی حیثیت فخر الامم کی سی تھی مگر اس کے باوجود نہ تو کوئی طنطنہ تھا اور نہ ہی (غیر معقول) کوئی رعب و دبدبہ۔ ہاں اگر جاہ جلال تھا تو علم کا، حسن و جمال تھا تو عرفان کا، دبدبہ تھا تو ذہانت کا اور رعب تھا تو نکتہ رسی کا، فالحمدللہ رب العالمین۔

حضرت صدرالافاضل کے والد ماجد حضرت مولانا سید معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ علیہ اپنے کئی فرزندوں کو اپنے ہاتھوں سے کم سنی کے عالم میں سپرد خاک کر چکے تھے اس لئے انہوں نے صدرالافاضل کی ولایت باسعادت پر بارگاہ قاضی الحاجات میں یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرے بچے کو عمر طبعی عطا ہوئی تو میں اسے جہاد کے لئے پیش کروں گا۔

حضور صدرالافاضل اس پرآشوب دور میں جبکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ آپ کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے اس دل ہلا دینے والے ماحول میں ہندو مسلم اتحاد (اہل ہنود کے ساتھ اسلامی موالات) کی زبان و قلم سے مخالفت کرکے اپنے والد ماجد کے نذر کی تکمیل کررہے تھے۔ کسی تقریر میں برسر مجمع ایک شرپسند وہابی ننگی تلوار لیکر کھڑا ہوگیا کہ میں انہیں

(صدرالافاضل کو) قتل کر کے ہی رہوں گا۔ جب اس کی خبر والد ماجد کو ملی تو آپ نے اپنی قلبی کیفیت کا اظہار یوں فرمایا۔

یا الٰہی بے خطا بے جرم ہے میرا پسر — دشمنی رکھتے ہیں اس سے شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار و بوبکر و عمر — دشمناں را دوست گرداں دوستاں را دوست تر

علما دیوبندیہ وہابیہ کی مسلسل سازشوں کے باوجود صدالافاضل ہمت نہ ہارے اور دشمنوں کی ہزار دشمنی کے باوجود احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے اور ہر اس مسئلہ کے خلاف میدان میں آکر نعرہ جہاد اور علم بغاوت بلند کرتے رہے جس سے اسلام کا وقار مجروح ہوتا ہوا نظر آیا۔ (انتہی کلام الدکتور)

(مستفاد از مضمون جناب ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بحوالہ ''تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل)
مرتبہ مولانا نور محمد نعیمی صاحب

خاور ہند کا رخشندہ آفتاب

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کی ولایت طیبہ ماہ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ میں ہوئی، جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت علیہ الرحمۃ والرضوان نے انتہائی تزک و احتشام اور بڑے دھوم دھام سے ''بسم اللہ خوانی'' کی پاکیزہ رسم ادا فرمائی۔ چند ہی مہینے میں حضرت حافظ سید نبی حسین صاحب علیہ الرحمہ نے قرآن کریم کا ناظرہ ختم کرا کے حفظ شروع کرا دیا۔ ساتھ ہی اردو کی تعلیم بھی چلتی رہی۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں حضرت حافظ سید نبی حسین صاحب اور حافظ حفیظ الرحمن صاحب علیہما الرحمہ سے قرآن مجید کا حفظ مکمل کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ اردو ادب اور اردوئے معلّٰی میں بھی اچھی خاصی لیاقت پیدا ہوگئی، اور آپ کی تو پرورش ہی تہذیب و ادب کے گہوارے میں ہوئی والد محترم حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت علیہ الرحمہ علم و فضل کے آفتاب، دادا حضرت علامہ مولانا سید محمد امین الدین صاحب راسخ علیہ الرحمہ فضل و کمال کے نیر تاباں، پردادا حضرت مولانا کریم الدین صاحب آزاد علیہ الرحمہ استاذ الشعراء و افتخار الادباء تھے۔ جن کی آغوش تربیت نے آپ کو تہذیب و ادب کا چمکتا ہوا سورج بنا دیا تھا۔ طبیعت میں جولانی اور افتاد تو پیدائشی تھی ہم عمر بچوں میں آپ یگانہ شمار کئے جاتے تھے۔

ذہانت و فطانت

جودتِ طبع میں آپ اتنے بلند تھے کہ آٹھ سال کی عمر شریف میں قرآن کریم حفظ کر کے فارسی میں بھی کافی دسترس حاصل کر لی تھی۔ قبل بلوغ تک ہر سال رمضان المبارک میں نوعمر بچوں کی جماعت کے ساتھ نفلوں میں پابندی سے ختم قرآن مجید پڑھا کرتے۔

درسِ نظامی

فارسی اور معتد بہ حصہ تک عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل فرمائی اور متوسطات تک علوم

درسیہ اورفن طب حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اس کے بعد خود حضرت مولانا فضل احمد صاحب علیہ الرحمہ ہی حضور صدر الا فاضل رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک زبردست بزرگ فاضل قدرۃ الفضل، زبدۃ العلماء شیخ الکل حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب کابلی مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے۔اورعرض کیا حضور! صاحبزادے صاحب انتہائی ذکی وفہیم ہیں، ملاحسن تک پڑھ چکے ہیں میری دلی خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی تکمیل حضرت کی خدمت میں رہ کر کریں۔حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صدر الا فاضل کی پیشانی پر ایک نظر ڈالی اورفوراًبلاکم وکاست قبول فرما کر اظہار مسرت فرمایا۔

زمانہ تحصیل علم کے بے شمار علمی مباحث ہیں،فکر کی جودت وذہانت نے ہمعصروں کے دلوں پر علم کا سکہ جما دیا تھا۔ بار ہا علمی مذاکروں میں ہم چشموں پر غالب وفائق رہے۔

چودہ سال کی عمر میں ایک مرتبہ ہم جماعت طلباء میں فارسی ادب میں مقابلہ ہوا۔دفتر ابوالفضل کوسامنے رکھ کر طے ہوا کہ ہر ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی اپنی انشاء کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ سبھی ہم جماعت طلباء مضمون لکھ کر لائے۔ مضامین جب پڑھے گئے توسب نے یک زبان ہوکر اپنے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا مکتوب گرامی قدر دفتر ابوالفضل کے ہم دوش وہم مثل ہے اسی طرح دیگر علمی مذاکروں میں آپ ہمیشہ غالب رہے۔اس قسم کے مذاکرے اور مکالمے ہم سبق بچوں اور منتہی طلباء سے بھی اکثر مدرسے میں ہوا کرتے تھے۔مگر غلبہ آپ کو ہی حاصل رہتا تھا۔

مرادآباد میں حضور صدر الا فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ محترم شیخ الکل حضرت علامہ مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام چلنے والا مدرسہ امدادیہ (جس میں حضور صدر الا فاضل تعلیم حاصل کرتے تھے) کی دیوار کے نیچے بالکل متصل دیوبند ثانی جس کو مدرسہ شاہی مسجد کہا جاتا تھا۔دارالعلوم دیوبند پر قابض ہوجانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی نے اسی کے ساتھ ہی اس مدرسہ شاہی مسجد کو قائم کیا تھا جو بہت حد تک مرادآباد اوراس کے اطراف واکناف میں دیوبندیت وہابیت کی نشرگاہ تھا۔حضور صدر الا فاضل بزمانہ طالب علمی کبھی کبھی مدرسہ شاہی مسجد میں تشریف لے جاتے اوراسباق کی سماعت فرماتے ہوئے ایسے ایسے اعتراضات لاتے کہ مدرسہ شاہی مسجد کے اساتذہ حیران ہوکر تحسین وآفرین فرماتے مگر خجالت وشرمندگی ان کے چہروں پر صاف نظر آتی تھی۔

بعض موقعوں پر مدرسہ شاہی مسجد کے اساتذہ کہا کرتے تھے کہ اس نوعمر بچے کے آنے سے ہمارا نظام اسباق درہم برہم ہوگیا ہے۔اوراس کی علمی ذہانت سے لاجواب ہونا ہمارے علمی وقار کوٹھیس لگتا ہے لہٰذا کہنے لگے کہ میاں درمیان اسباق مت آیا کروتمہارا اپنا مدرسہ ہے۔تم اپنے مدرسہ میں رہو یہاں کیا ضرورت ہے؟ ذالك فضل الله

اسی طرح مرادآباد کے صدر مقام کمیٹی چوک میں ایک چبوترہ تھا جس پر شام کے وقت کبھی کوئی پادری،کبھی کوئی آریہ سماجی،کبھی کوئی سناتن دھرمی،کبھی کوئی غیر مقلد کبھی کوئی وہابی دیوبندی وغیرہ میں سے کھڑا ہوجاتا اوراپنے خیالات کا اظہار کرتا اپنے دھرم مذہب کی باتیں کرتا۔حضرت صدر الا فاضل بلاجھجک وبےخوف اپنی نوعمری اور طالب علمی کے زمانہ میں ان سے

(مذکورہ مذاہب میں سے بھی جو بھی ہوتا) بحث ومباحثہ شروع کر دیتے اور اس سے خوب خوب مقابلہ کرتے اور اس کے باطل خیالات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے تھے۔

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے بہت سارے مناظرے فرمائے انہیں میں ایک یہ بھی ہے کہ مراد آباد محلہ گل شہید میں قبرستان سے قریب ایک آریہ روزانہ آکر لوگوں کو فاتحہ اور ایصال ثواب سے روکتا تھا کتنے جاہل تو اس کی باتوں میں آ بھی جاتے تھے۔ حضرت نے فرمایا حاجی صاحب! چلو چلتے ہیں دیکھیں کون ہے اور کیا کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات قبرستان پہونچے اور فاتحہ پڑھی حسبِ عادت اس نے حضرت صدرالافاضل کو بھی بلایا، اور جس طرح لوگوں کو بہکانے کے لئے تقریر کرتا تھا حضرت سے بھی وہی تقریر کرنے لگا۔ حضرت نے پہلے روح سے متعلق اس سے سوال فرمایا وہ لاجواب ہو کر گھبرا اٹھا۔ پھر حضرت نے تناسخ (آواگون) کے باطل ہونے پر متعدد دلیلیں قائم فرمائیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ میں نے آج تک کوئی ایسا محقق فلسفی نہیں دیکھا اور عرض گزار ہوا کہ میاں صاحبزادے صاحب میری تسلی ہوگئی اب میں کسی کو فاتحہ سے منع نہیں کروں گا۔

فراغت

استاذ الاساتذہ شیخ الکل حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری رحمۃ اللہ علیہ سے منطق فلسفہ ریاضی اقلیدس، توقیت وہیئت جفر عربی بحروف غیر منقوطہ تفسیر حدیث اور فقہ فرائض وغیرہا۔ بہت سے مروجہ درس نظامی اور غیر درس نظامی علوم وفنون بھی تفویض ہوئیں۔ زندگی کی بیسویں بہار ہم آغوش تھی، مراد آباد کی مراد برآئی مدرسہ امدادیہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ علماء و مشائخ رونق افروز تھے کہ ایک چمکتا ہوا تاج استاد محترم نے دستار کی شکل میں اپنے چہیتے تلمیذ خوش تمیز (صدرالافاضل) کے سر پر رکھتے ہوئے ایک تابندہ و درخشندہ سند فراغت ہاتھ میں عطا فرما کر اپنے بغل مسند تدریس وارشاد پر بٹھا دیا یہ رسم دستار فضیلت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۳ء کو ادا ہوئی۔ اسی وقت آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت علیہ الرحمہ نے بہجت وسرور میں ڈوبکر ایک قطعہ ارشاد فرمایا جس سے مادۂ سنہ فراغت نکلتا ہے۔

ہے میرے پسر کو طلباء پر وہ فضیلت — سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت
نزہت نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے — دستار فضیلت کی ہے تاریخ ''فضیلت''
۱۳۲۰ھ

حضرت صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے، حافظہ بڑا عمدہ پایا تھا جس کے سبب بعد فراغت ہی کئی علوم وفنون میں ان کی بالادستی مسلم ہوگئی تھی۔ چنانچہ علم وفضل میں یکتا سے روزگار ہو کر قوم کے سامنے آئے۔

اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات

جودھ پور کا ایک مولوی انتہائی دریدہ دہن گستاخ قلم وہابی تھا جو سامنے تو نہیں آتا مگر اخبار ورسائل میں سنی عالموں کے مضامین کے در میں مقالے لکھا کرتا تھا۔ اور اس میں اپنے خبث باطن کا اظہار خوب خوب کیا کرتا تھا گویا وہابیوں کا وہ شتر بے

مہار تھا۔ اس وقت اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کا آفتاب علم وفضل نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ قسمت کا مارا خباثت کا ہرکارہ جودھ پوری وہابی مولوی کو اعلیٰ حضرت کا فضل وکمال ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا چنانچہ شیطان نے قلم پکڑایا اور اس نے شرف تلمند کا حق ادا کرتے ہوئے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک نہایت نامعقول ذلالت ورزالت سے بھرپور مضمون لکھ کر ''نظام الملک اخبار'' میں شائع کرادیا۔ حلقۂ اہلسنت میں اضطراب پیدا ہوگیا۔ چنانچہ ضیغمِ صحرائے ملت تاجدار اہلسنت استاذ العلماء سند الفضلا، حضور سیدی صدرالافاضل رضی اللہ عنہ نے جودھ پوری مولوی کی تحریر کا نہایت شوخ و طرار دندان شکن اور مسکت جواب قلمبند فرما کر اسی اخبار نظام الملک میں شائع فرمایا۔ زمانہ گواہ ہے کہ پھر اسے ایسی دلخراش تحریر کی توفیق کبھی نہ ہوسکی جس میں اعلیٰحضرت کی بے ادبی ہو۔

جب اس بے ادب مضمون اور باادب جواب کی اطلاع لوگوں نے اعلیٰحضرت کو دی اور خود نظام الملک اخبار حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کو اعلیٰحضرت نے خود بہ نفس نفیس ملاحظہ فرمایا تو دل میں حضور صدرالافاضل کی محبت کا دریا موجیں مارنے لگا اور حضور سیدی صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعلیٰحضرت نے بڑی بڑی حسرت دیدار اور محبت بیقرار کے ساتھ بریلی شریف تشریف ارزانی کی خواہش ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اعلیٰحضرت کی طلب پر حضور صدرالافاضل بریلی شریف امام اہلسنت کی بارگاہ میں تشریف لے گئے، اعلیٰحضرت نے اہلسنت کے موقف کی تائید پر بے پناہ دعائیں دیں اور انتہائی شفقت ومحبت سے نوازا۔

واضح رہے کہ اعلیٰحضرت سے پہلی ملاقات اور یہ واقعہ مدرسہ امدادیہ مرادآباد سے فراغت کے فوراً بعد کا ہے۔

الکلمۃ العلیاؒ اور اعلیٰحضرت کا مطالعہ

حضور صدرالافاضل کے فراغت کا زمانہ فکر کی نشر واشاعت کا دور دورہ تھا۔ اور جب سے مولوی قاسم نانوتوی نے مراد آباد میں مدرسہ شاہی مسجد کی بنیاد ڈالی تھی ''جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے'' تب سے تو دیوبند اور مرادآباد کنفس واحدہ ہوگئے۔ وہابی گلی کوچوں میں بحث مباحثہ کرتے پھر رہے تھے۔ لازمی مرادآباد بھی ان کے نظریات کی آماجگاہ ہونا چاہئے تھا ایک صدرالافاضل کی ذات تھی خواہ طالب علمی کا دور ہو یا فراغت کا ہر محاذ پر پہونچ کر احقاق حق وابطال باطل فرماتے تھے اور دلائل وبراہین سے بھرپور ایسی ایسی بحثیں فرماتے کہ وہابیوں کے لاف وگزاف کے تار وپود بکھر جاتے تھے اسی زمانۂ فراغت میں ہی آپ نے علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایک کتاب کی طرح ڈال دی۔ ادھر فراغت ہوئی ادھر کتاب مکمل ہوگئی، جو علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس کا نام ''الکلمۃ العلیاؒ لاعلاء علم المصطفےٰ'' ہے جس کا جواب وہابی آج تک نہ دے سکے اور نہ ہی قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ دے سکیں گے۔

جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مرادآباد میں ایک بزرگ ان پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینۂ معلومات تھے۔ ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف شاذلی تھا۔ حاجی صاحب موصوف حضرت صدرالافاضل سے غایت درجہ محبت وشفقت فرماتے تھے۔ جب حاجی صاحب نے یہ کتاب سنی تو بے حد خوش ہوئے۔ اور بریلی شریف حاضر ہوکر اعلیٰحضرت امام احمد رضا کی خدمت میں

کتاب ''الکلمۃ العلیاء'' پیش کی اعلحضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے عالمانہ فاضلانہ اور مجددانہ نقطۂ نظر سے انتہائی دقیق وعمیق نگاہ سے مطالعہ فرمایا اور ارشاد فرمایا ماشاء اللہ بڑی کارآمد اور عمدہ کتاب ہے۔ عبارت شگفتہ مضامین دلائل سے بھرے ہوئے یہ نو عمری اور اتنے احسن براہین کے ساتھ اتنی بلند پایہ کتاب مولانا موصوف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔ آپ نے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی اور حضرت صدرالافاضل حضرت حاجی ملا محمد اشرف شاذلی مرحوم کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہو گئے پھر تو سلسلہ اتنا بڑھا کہ نہ تو اعلحضرت کو ان کے بغیر چین تھا اور نہ صدرالافاضل کو اعلحضرت کے دیدار کے بغیر سکون۔ اعلحضرت کے آستانہ کے سفر کے لئے حضرت صدرالافاضل کا بستر گھر پر کبھی کھلا ہی نہیں۔ ایک بستر بریلی شریف کے سفر کے لئے خاص تھا جو تمام تر تیاریوں کے ساتھ خاص طور پر بندھا رہتا تھا اس لئے کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعلحضرت کی خدمت میں حاضری لازمی ہوا کرتی تھی۔ یہ جب ہوتا تھا کہ جب آپ مرادآباد تشریف فرما ہوتے تھے۔ یہ رشتۂ محبت ومودت اس قدر مضبوط ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے صدرالافاضل قدس سرہ کو اپنا معتمد اور اپنے کاموں کا مختار کل بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اگر صدرالافاضل نے اعلحضرت سے کسی مضمون یا کچھ عبارتوں میں ترمیم وتنسیخ یا حذف واسترداد کی گزارش فرمائی تو فوراً اعلحضرت نے منظور فرما کر صدرالافاضل کی منشاء کے مطابق کر دیا جس کا قدرے تفصیل ذکر آگے آرہا ہے۔

پروفیسر اشتیاق طالب صاحب (کراچی پاکستان) کا مضمون صدرالافاضل کی سیاسی بصیرت جس کو رضا اکیڈمی پاکستان نے شائع کیا ہے بحوالہ ''تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل مرتبہ مولانا نور محمد نعیمی'' میرے مذکورہ بالا مضمون پر شاہد عدل ہے۔ پروفیسر طالب صاحب رقمطراز ہیں۔

''یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صدرالافاضل نہ تو فاضل بریلوی کے مرید تھے اور نہ ہی دست گرفتہ خلیفہ، لیکن یہ خصوصیت مولانا سید محمد نعیم الدین کو حاصل رہی کہ جہاں فاضل بریلوی اپنی شرعی ذمہ داریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرماتے وہاں مولانا سید محمد نعیم الدین آپ کی نمائندگی کرتے۔''

حضرت صدرالافاضل نہ صرف خانوادۂ اعلحضرت بلکہ برصغیر کے تمام معتبر خانوادوں میں قابلِ اعتماد شخصیت کی حیثیت سے رہے۔

بیعت وخلافت

حضرت شیخ شاہ جی محمد شیر میاں پیلی علیہ الرحمۃ والرضوان جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطبِ عصر تھے ان کی خدمت میں حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ پوری ارادت وعقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ شاہ جی علیہ الرحمہ کے ارشاد اور اشارے پر اپنے ہی استاذ گرامی حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد گل صاحب رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ حضرت شیخ الکل نے اپنے لائق وفائق تلمیذ رشید کو چاروں سلسلوں اور جملہ اور ادووظائف ذکر واذکار افکار واشغال کی اجازت عطا فرما کر ماذون ومجاز بنا دیا اس کے بعد غوث وقت قطبِ دوراں اعلحضرت شیخ المشائخ حضرت سید شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھوچھوی نے بھی خلافت واجازت

سے سرفراز فرمایا۔حضرت صدرالافاضل نے حضرت شیخ المشائخ کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی ہے جس کا ایک شعر یوں ہے۔

''راز وحدت کھلے نعیم الدین اشرفی کا یہ فیض ہے تجھ پر''

درس وتدریس

حضور صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مختلف دینی،علمی تبلیغی تحقیقی تصنیفی اور مناظرہ و مقابلہ نیز فرق باطلہ کے روابطال جیسی سرگرمیوں کے باوجود تاحیات درس وتدریس سے وابستہ رہے جس کی وجہ سے علماء وفضلا کی ایک بڑی مضبوط جماعت تیار ہوگئی اورالحمدللہ آپ کے مقصد حیات کی سب سے نمایاں یادگار''جامعہ نعیمیہ مرادآباد'' سے ابتک تیار ہورہی ہے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ تاقیام قیامت تیار ہوتی رہے گی۔آپ کے تدریس کا طریقہ انتہائی انوکھا تھا جس کی وجہ سے طلباء کے دل و دماغ پر آپ کا پورا درس نقش ہوجاتا تھا۔افہام وتفہیم میں آپ یکتائے روزگار تھے۔تفسیر، وحدیث،علم کلام،فقہ،واصول،نحو صرف،منطق وفلسفہ، ہیئت وریاضی، نجوم،علم التوقیت وعلم الفرائض غرضیکہ ہرقسم کے علوم وفنون میں ملکہ تامہ حاصل تھا بلکہ آپ امتیازی صلاحیتوں کے مالک تھے۔کسی فن کی کتاب ہو دوران درس وتدریس پرمغز مدلل تقاریر زبانی فرمایا کرتے تھے جس کتاب پرتقریر فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے خود حضرت ہی اس کے مصنف ہیں جو کتاب کی گہرائی اور اشارات و مالۂ و ماعلیہ سے وضاحت فرمارہے ہیں۔بہرحال حضور صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتدریس میں ایسی بے مثال مہارت حاصل تھی کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔بقول حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ میں نے مدرس دوہی دیکھے ایک صدرالشریعہ دوسرے صدرالافاضل فرق صرف اتنا تھا کہ صدرالشریعہ اس شعبے سے زیادہ وابستہ رہے اور حضرت صدر الافاضل ذرا کم،تصنیفات میں درجنوں سے زیادہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

(تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل)

فائدہ

''ذراکم'' کی وجہ یہ تھی کہ حضور صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتدریس کے علاوہ تبلیغی دورے،جلسوں میں شرکت وہابیہ دیابنہ،آریہ قادیانی،نیچری،اہلحدیث اور اہل قرآن وغیرہا فرقہائے باطلہ سے اکثر مناظرے کرکے شجر اسلام کی آبیاری گلشن سنیت کی حفاظت بھی کرنی پڑرہی تھی۔اتنے سارے مصروفیات کے باوجود تدریسی فرائض باحسن وجوہ انجام دیتے تھے جس کا اعتراف وقت کے قدرآور علماء کرام اور مفتیان عظام بھی کرتے ہیں۔

وظیفہ تدریس سے استغناء

دنیا بھر کے مدرسین چھوٹے ہوں یا بڑے عموماً تنخواہ دار ہوتے ہیں اور اپنی اپنی صلاحیتوں اور مناصب کے اعتبار سے مشاہرہ لیتے ہیں لیکن صدرالافاضل نے کبھی ایک پیسہ تنخواہ نہیں لیا اور اتنا بڑا مدرسہ جامعہ نعیمیہ بطور خود چلاتے تھے۔

طلاب کے خورد ونوش، مدرسین کی تنخواہ آپ ادا کرتے تھے۔ بقول سیدی بحر العلوم دام ظلہٗ حضرت کو دست غیب حاصل تھا۔

شان تدریس

تفسیر

تفسیر کا درس اتنا شاندار ہوتا تھا کہ طلباء کے علاوہ اگر وقت خالی رہتا تھا تو جامعہ نعیمیہ کے مدرسین بھی درس میں آ کر بیٹھتے تھے اور حضرت کی تقریر انتہائی غور وخوص سے سماعت کرتے۔ درس تفسیر میں خصوصیت سے تفسیر قرآن بالقرآن، تفسیر قرآن بالحدیث اسباب نزول، مفردات القرآن کی تشریح مفاہیم قرآن کی مثالوں سے وضاحت آیات متشابہات کی توجیہ و تنقیح ناسخ ومنسوخ کی وضاحت مکی و مدنی کی نشاندہی بظاہر آیات مبائنات میں تطبیق بظاہر آیات واحادیث میں توفیق اقوال مفسرین میں ترجیح اصول دین اور عقائد اسلام کی تشریح مسائل ضرور یہ کا حسن استنباط واستخراج ظواہر آیات سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کا ازالہ، تفسیر قرآن آثار صحابہ سے، تفسیر قرآن دیگر کتب سماویہ سے نیز واقعات امم اور قصص اقوام کا تذکرہ وغیرہا یہ مذکورہ بالا محررات حضور صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس تفسیر کے محاسن عظمی ہیں۔ جو بوقت درس طلبہ فصیح وبلیغ زبان سے سننے کو پاتے تھے۔ گویا شرکاء درس درسگاہ میں بیٹھ کر امام رازی، امام خازن کی درساہ کا لطف اٹھاتے تھے۔

حدیث

علم حدیث میں تو آپ مشہور خاص و عام تھے۔ ملک کے تمام فضلا، معترف تھے کہ جس طرح حدیث کا درس آپ دیتے ہیں ان کے کانوں نے کبھی نہیں سنا ہے۔ حدیث کے مطالب و مفاہیم اس جامعیت کے ساتھ مختصر الفاظ میں بیان فرماتے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ بظاہر تناقص احادیث کو اس طرح سلجھاتے کہ سننے والے مطمئن ہو جاتے۔ حدیث کی شان ارشاد بیان فرما کر ایسی تقریر فرماتے کہ علم کا چشمہ ابلنے لگتا۔ راجح مرجوح روایتوں پر بھرپور کلام فرماتے۔ اختلافی حدیثوں میں تطبیق وتوفیق تو آپ کا حصہ خاص تھا۔ قابل کلام احادیث پر ایسی جرح و تعدیل فرماتے کہ غیر مقلدین اور اہلحدیث کے ہوش اڑ جاتے۔ علاوہ ازیں ان کے روزمرہ کے بدیہی اور مشہور ومعروف اعتراض کا شافی جواب دینے کے بعد اپنی طرف سے اعتراضات کی ایسی ایسی شقیں بیان فرماتے کہ وہابیوں کے باپ بھی نہ بیان کر پاتے اور پھر خود ہی اپنے نکالے ہوئے اعتراضات کے جواب بھی بیان فرما دیتے۔ اس طرح سے درس حدیث اس قدر دلچسپ ہو جاتا کہ طلباء درسگاہ سے ہشاش بشاش اٹھتے مزید براں اسماء الرجال اور اصول حدیث پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ دوران درس اسناد رواۃ اور مرفوع، مقطوع، موقوف ودیگر اصطلاحات حدیث برجستہ بیان فرماتے جس سے سبق کی تقریر اور مفاہیم ومطالب کے بیان میں چار چاند لگ جاتے۔

فقہ

فقہ کے جزئیات پر اس قدر گہری نظر تھی کہ دارالافتاء میں آئے فتاوے کے جوابات قلم برداشتہ تحریر فرماتے، بہت کم کتب فقہ اور متون جزئیات دیکھنے کی نوبت آتی تھی۔

ایک مرتبہ شہزادہ صدرالافاضل سیدی و مرشدی رہنمائے ملت حضرت علامہ حکیم سید اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ سے فرمانے لگے کہ جب حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی کتاب بہار شریعت چھپ گئی تو حضرت نے مولانا محمد عمر صاحب نعیمی محدث پاکستان جو اس وقت فارغ ہو چکے تھے اور جامعہ کا اہتمام ان کے ذمہ تھا ان سے فرمایا کہ بہار شریعت کے ہر مسئلہ کے بعد کتاب کا نام لکھا ہوا ہے تم سارے مسائل کو ان کتابوں سے ملا ڈالو تا کہ تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب بہار شریعت کے مسائل کتابوں سے ملانے لگے مگر کہیں کہیں کوئی مسئلہ کتاب کے اس باب میں نہیں ملتا حضرت صدرالافاضل سے آکر ذکر کرتے تو حضرت فرماتے کہ اس مسئلہ کو کتاب کے فلاں باب میں دیکھو وہاں مل جائے گا۔ چنانچہ دیکھتے اور مسئلہ مل جاتا معلوم ہوا کہ حضور صدرالافاضل کو تمام متون فقہ مستحضر تھے۔

دوران تدریس فقہ کی کتابیں ایسی پڑھاتے تھے جیسے انہیں کی لکھی ہوئی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں ایسا کلام فرماتے کہ امام اعظم کے مسلک کی پوری طرح سے تائید و تنقیح ہو جاتی۔ تقریر ایسی شستہ ہوتی کہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی کی اہانت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اور مسلک امام اعظم روشن ہو جاتا۔ بہرکیف فقہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا فالحمد للہ رب العالمین۔

توقیت وہیئت

علم ہیئت و نجوم میں حضور صدرالافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خداداد مہارت تامہ حاصل تھی اس کے درس میں آپ امتیازی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ دوران تعلیم ااپ گردش افلاک اور حرکت کواکب و نجوم کے لئے تمثیلات ایسے دلکش انداز میں بیان فرماتے کہ طلباء محسوس کرنے لگتے تھے گویا وہ اجرام فلکیہ کی سیر کر رہے ہیں۔ اور چشم سر سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے متعدد کرۂ فلکی تیار کرائے تھے جس میں سبع ثوابت اور سیارگاں کو ہر کرۂ فلک میں یکساں طور پر چاندی کے نقطوں سے واضح کیا تھا جب آپ ہیئت کا سبق پڑھاتے تو وہ کرۂ سامنے رکھتے تھے اور طلباء کو پڑھاتے پڑھاتے انہیں آسمان کی طرف دیکھنے سے بے نیاز کو دیتے تھے ایسا لگتا تھا کہ آسمان زمین پر چلا آیا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آسمانی کرہ سامنے رکھتے تھے اور طلباء کو پڑھاتے پڑھاتے انہیں آسمان کی طرف دیکھنے سے بے نیاز کر دیتے تھے ایسا لگتا تھا کہ آسمان زمین پر چلا آرہا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آسمانی کرۂ جات آپ کی خاص یادگاروں میں سے ہے اور کتابوں کی طرح یہ بھی آپ کی تصیفات سے ایک عظیم الشان تصنیف ہے اس فن کے علماء اگر یہ اعتراف کریں تو حس بجانب ہوں گے کہ اتنا جامع اور کامل کرۂ فلک نہ دیکھنے میں آیا اور نہ ہی سننے میں۔ اس سے صدرالافاضل کی عظیم شخصیت اور بے مثل استاد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

فائدہ

شہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین علیہ الرحمۃ والرضوان نے متعدد بار یہ بات دہرائی ہے (بدورۂ تلشی پور) کہ ایک کرۂ فلک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گیا ہے اور ایک کرۂ جامعہ اشرفیہ مبارکپور گیا ہے اور ایک جامعہ عتیقیہ انوارالعلوم تلشی پور میں تھی۔ (جس کو راقم الحروف نے خود دیکھا ہے) ایک مولانا نذیرالاکرم صاحب کے کتب خانہ میں تھا۔ ایک حضور رہنمائے ملت علیہ الرحمہ کے حجرے میں رکھا رہتا تھا۔ اور دو کرہ جامعہ نعیمیہ میں تھے جن کو ۱۹۶۰ء دوران ملازمت مدرسہ اکرم العلوم مرادآباد راقم الحروف نے دیکھے ہیں۔ اور کتنے پاکستان چلے گئے اور کتنے چوروں نے چرا لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

دارالافتاء

اعلیٰحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے بعد حضور سیدنا صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کا دارالافتاء ایک جامع شان کا تھا اور لطف کی بات ہے کہ آپ کے دارالافتاء میں نہ کوئی نائب تھا اور نہ ہی آپ دارالافتاء کے لئے نائب رکھتے تھے سارے فتوں کے جوابات آپ بدست خود دیا کرتے تھے۔ ہندو بیرون ہند نیز مرادآباد کے اطراف و اکناف سے بے شمار استفتے اور استفسارات آتے تھے اور حضرت قدس سرہ العزیز باوجود بہت سارے مصروفیات سے اسپر مستزاد بلاناغہ بالالتزام تدریسی خدمات، آئے ہوئے استفتوں کے جوابات تحریر فرما کر مستفتیوں کے پاس روانہ فرما دیا کرتے تھے۔ بفضلہٖ اللہ الکریم فقہ کے جزیات اسقدر مستحضر تھے کہ فتنوں کے جوابات لکھنے کے لئے کتبہائے فقہ بہت کم دیکھا کرتے تھے اور قلم برداشتہ جواب تحریر فرما کر دیدیا کرتے تھے۔ اور آپ کی مشغولیات اسقدر تھیں کہ کتاب دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضور رہنمائے ملت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میراث وفرائض کے فتوے کثرت سے آتے رہتے تھے مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لیے کبھی کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آج تو ایک بطن، دوبطن، چار بطن کے فتوے اگر دارالافتاء میں آجائیں تو گھنٹوں گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں۔ تب کہیں جا کر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کر دیتا ہے مگر حضرت صدر الافاضل کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس بطون کے فتوے بھی کبھی دارالافتاء میں آگئے مگر حضرت قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرما دیتے تھے۔ البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا تھا اور آپ کے فتوے کے استرداد کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

علم طب

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے علم طب حکیم حاذق نباض دوراں، حضرت مولانا حکیم فیض احمد صاحب امروہوی سے حاصل کی جس طرح آپ کو علوم منقولیہ وعلوم معقولیہ میں ہمعصر علماء میں تفوق و برتری حاصل تھی اسی طرح قدرت نے

میدان طب میں بھی کمال مہارت عطا فرمائی تھی۔ عموماً مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی مرض پکڑ لیا کرتے تھے نباضی میں یکتائے زمانہ بین الحکماء تھے مفردات ادویہ کے خواص از بر تھے، مرکبات میں بھی خاصی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بہت سے علماء جو جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہوئے انہوں نے آپ سے علم طب بھی پڑھا ہے جن میں فن طب سے خصوصی لگاؤ دیکھتے تھے انہیں تعلیم وتبلیغ کے علاوہ حکمت وطبابت کا بھی حکم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا جو وقت تبلیغ وتدریس سے بچتا تھا اس میں آپ طب و حکمت کے ذریعہ خدمت خلق فی سبیل اللہ فرمایا کرتے تھے۔

تحریر وتقریر وتبلیغ

عموماً دیکھا گیا ہے جو تقریر میں ماہر ہوتا ہے تدریس کا ملکہ وہ نہیں رکھتا اور اگر تقریر وتدریس میں مہارت رکھتا ہے تو تحریر کامیاب نہیں ہوتی، اور یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ اکثر علماء رسم الخط میں نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ لیکن سیدی صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان پر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل واحسان تھا کہ آپ کو ہر فن میں بدطولیٰ حاصل تھا۔ تقریر نہایت مدلل ومسجع اور بے تکلف کئی کئی گھنٹے گھنٹے تک عجیب وغریب نکات ورموز سے بھرپور ہوتی تھی۔ الفاظ نہایت شگفتہ وشیریں ہوتے تھے۔ سننے والوں پر کیف وسرور طاری ہوجاتا۔ مجمع کی محویت کا یہ عالم ہوتا کہ اگر سر پر چڑیا بیٹھ جائے۔ تو انہیں خبر نہ ہو غرضیکہ اپنے ہم عصر علماء میں بے مثال مقرر تھے۔ تحریر نہایت شستہ، صاف اور سلیس ہوتی تھی۔ آپ کی خطاطی ایسی عمدہ اور قواعد کے مطابق تھی کہ سینکڑوں خوش نویس اس فن میں آپ کے شاگرد ہیں۔ مزید برآں یہ کہ خط کے ساتوں طرزِ تحریر میں بے مثال کمال حاصل تھا حتیٰ کہ ہر ایک رسم الخط کو بائیں ہاتھ سے معکوس بآسانی نہایت خوشخط تحریر فرماسکتے تھے۔

مناظرہ اور طرز استدلال

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کا طرز استدلال بالکل واضح اور روشن ہوتا تھا۔ مغلقات ومعضلات اور طول طویل بحثوں کو مختصر مگر جامع الفاظ میں نہایت ظاہر وباہر طریقہ سے بیان کرتے تھے۔ اقامت حجۃ میں بھی اور جس پر بھی جو حجج قویہ دلائل قطعیہ قائم فرماتے تھے کسی کو اتنی طاقت نہ کہ توسکتا۔ مخالف ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ناممکن تھا کہ جو گرفت فرمائی تھی اس سے گلوخلاصی پاسکتا یا وہ گرفت نرم پڑ جاتی، مخالف عناد میں غضب میں انگلیاں چباتے مگر کچھ نہ کرسکتے تھے۔ صدر الافاضل کی یہ صفت تو خاصہ کی حیثیت رکھتی تھی کہ دوران گفتگو کبھی بھی کسی کے ساتھ ناشائستہ غیر مہذب کلمات زبان مبارک پر نہیں آتے تھے۔ مقابل کی تضحیک وتحمیق کا شائبہ تک آپ کے بحث واستدلال میں نہیں ہوتا تھا۔

آپ کے مناظرے کا حال تو آگے تفصیل کے ساتھ آرہا ہے۔ یہ بات بھی خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ بسا اوقات مناظرے کا کام اپنے شاگردوں سے بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ موضوع مناظرہ ہی سن کر شاگردوں کو پہلی ہی گفتگو میں مقابل کے علمی معیار کا اندازہ لگا کر جواب اور جواب الجواب تلقین فرمادیا کرتے تھے۔ اور بتادیتے کہ مخالف یہ جواب دیگا اس کا یہ جواب ہوگا۔ لہٰذا ایسا ہی ہوتا اور آپ کے شاگرد فتحیاب ہوکر لوٹتے۔

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ یوں تو سارے فرق باطلہ سے نبرد آزما رہے۔ وہابیت دیوبندیت قادیانیت بہائیت

نیچریت کوئی بھی فرقہ ہو ہر ایک کے ایوان عقائد میں زلزلے ڈالے گا ہے گا ہے ہر ایک عقیدے کے مناظرے آتے رہے مگر ہمیشہ میدان مناظرہ صدرالافاضل کے ہاتھ رہا۔ وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، نیچریوں کے ساتھ مناظروں کے داستان کتابی شکلوں میں اس قدر وافر مقدار میں مارکیٹ میں آچکے کہ اب ان کے داستانوں اور قصوں کو سنتے ہوئے کانوں کو برا لگنے لگا۔ البتہ آریوں نے مناظرے کی روداد اور میدان مناظرہ میں ان کی شکست وریخت کے حالات سنتے ہوئے دیکھتے ہوئے اب بھی اچھا لگتا ہے چنانچہ کچھ آریائی مناظرے ضبط تحریر کئے جاتے ہیں۔

مرادآباد کے پنڈت جی

مرادآباد بازار چوک میں آریہ مبلغین روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریر کرتے تھے۔ حضرت صدرالافاضل قلعہ والی مسجد میں جمعہ پڑھا کر واپس آرہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آریوں کا ایک پنڈت کچھ اعتراض کررہا ہے اور دیوبندی مکتبہ فکر کا ایک مولوی قدرت اللہ نامی (جو مدرسہ شاہی مسجد کے مدرس تھے) جواب دے رہے تھے۔ وہ جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہوگئے اور آریہ پنڈت نے تالی بجائی۔

حضور صدرالافاضل نے فرمایا کہ پنڈت جی آپ کا کیا اعتراض ہے بیان کیجیے اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کیا۔ حضور نے فرمایا کہ زید حضور کے بیٹے نہیں تھے بلکہ متبنّٰی تھے جیسے اردو زبان میں لے پالک کہتے ہیں، حضور نے اپنے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا۔ شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا اور نہ ہی وراثت میں حصہ پاتا ہے۔ آریہ پنڈت کہنے لگا ہمارے ہندو دھرم میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہوجاتا ہے۔ وراثت وغیرہ میں حصہ پاتا ہے۔ حضرت نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کا بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے۔ صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔ اس حقیقت کو ایسے عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا کہ سارا مجمع آپ کی تقریر سے متاثر ہوگیا۔ مگر پنڈت ماننے کو ہرگز تیار نہیں۔ پھر تو آپ نے اپنا مخصوص مناظرانہ طریقہ استعمال فرمایا اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا مجمع والو سنو! میں کہتا ہوں کہ پنڈت جی میرے بیٹے ہیں، پنڈت جی میرے بیٹے ہیں، پنڈت جی میرے بیٹے ہیں۔ پنڈت جی اب میرے بیٹے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہوگئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہوگئے۔ چنانچہ بیٹے کی بیوی حرام مگر بیٹے کی ماں حلال، تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہوگئی۔ پنڈت بولا آپ گالی دے رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا میرا مدعا ثابت ہوگیا۔ یہ جب تو خود اسے گالی سمجھتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوتا ہے۔ یہ سن کر پنڈت بھرے مجمع میں چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے اب میں جاتا ہو پورا مجمع اس کے پیچھے تالیاں بجانے لگا۔

وہابیوں کا پنڈت

دہلی میں رام چند نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدوں وہابیوں نے اسے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد کروادی تھیں اچھے لہجے کے ساتھ پڑھتا تھا وہ بڑا دیدہ دہن اور گستاخ تھا۔ بریلی آکر اس نے مناظرہ کا چیلنج دیدیا مسلمانوں نے اس

کا چیلنج قبول کرلیا۔ اور حضرت حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں مراد آباد تار دو۔ رات کو صدر الافاضل تشریف لے آئینگے ان سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صبح مناظرہ شروع ہوجائے گا۔ تار کسی قدر تاخیر سے پہونچا ٹرین کا وقت گزر گیا۔ صبح کی ٹرین سے صدر الافاضل بریلی کے لئے روانہ ہوئے اور ٹھیک ۱۰ بجے بریلی شریف پہونچ گئے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے صبح انتظار کیا جب آپ نہ پہونچے تو مولانا ظہور الحسن صاحب رامپور کو مناظر کی حیثیت سے پیش فرمادیا اور پنڈت رام چند سے روح اور مادہ سے متعلق گفتگو شروع ہوئی جس وقت صدر الافاضل مناظرگاہ پہونچے تو گفتگو جاری تھی مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل دلچسپی نہ تھی۔ اور نہ ان کے پلے کچھ پڑ رہا تھا۔ حضور صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام صاحب فرمایا کہ اگر میں گفتگو شروع کرتا ہوں تو پنڈٹ کہے گا کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے اس لئے دوسرے مولوی کو کھڑا کیا ہے لہٰذا آپ صدر ہیں اعلان کردیجئے کہ گیارہ بج گئے ہیں گرمی بہت پڑنے لگی ہے اس لئے بقیہ بحث رات کو ہوگی۔ حضرت حجۃ الاسلام صاحب نے اعلان فرمایا اور جلسہ رات کے لئے ملتوی ہوگیا۔ حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا کہ سب لوگ ٹھہر جائیں اور ہر دو مناظر بھی پانچ منٹ کے لئے ٹھہر جائیں۔ میں مجمع کو یہ بتادوں کہ پنڈت جی اور مولانا کی گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا۔ چنانچہ سبھی لوگ ٹھہر گئے۔ صدر الافاضل نے پنڈت رام چند سے فرمایا پنڈت جی آپ یہی تو کہتے ہیں کہ روح انسانی اور روح حیوانی ایک ہے۔ صرف صورت نوعیہ کا فرق ہے پنڈت جی نے کہا جی ہاں میں یہی کہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مولانا صاحب آپ یہ کہتے ہیں کہ فقط صورت ہی کا فرق نہیں ہے بلکہ روح انسانی اور روح حیوانی میں بہت فرق ہے۔ مولانا ظہور الحسن صاحب نے فرمایا جی ہاں صحیح ہے۔

پھر حضور صدر الافاضل نے مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا آپ لوگ کچھ سمجھے؟ مجمع نے کہا کچھ نہیں سمجھے۔ تو صدر الافاضل نے فرمایا کہ پنڈت جی تمہارے ایسا کہنے میں خود تمہاری ہی ذلت و رسوائی ہے اب بھی ایسا نہ کہنا پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا پنڈت جی میری کتاب کے پندرہ پارے سنا سکتے ہو، ذرا اپنا دید جسے خدا کی کتاب مانتے اس کو تم آدھا سنا دو۔ چوتھائی سنا دو، پندرہ ورق ہی سنا دو۔ یا فقط پانچ ورق ہی پڑھ دو۔ ارے پنڈت جی اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کے لئے تیار ہے۔ قرآن کا یہ ''دعویٰ'' ہے ''ھدًی للناس'' یہ کتاب سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس مضمون کو صدر الافاضل نے اتنے احسن اور پیارے طریقہ سے بیان فرمایا کہ پورا مجمع حتیٰ کہ ہندو تک بھی قرآن مجید کو کلامِ الٰہی ماننے پر مجبور ہوگئے۔ فالحمدللہ تعالیٰ۔

مناظرانہ تعاقب اور شردھانند

حضرت صدر الافاضل آریوں کو جگہ جگہ گھیر کر ان سے مناظرہ کا مطالبہ فرماتے رہتے۔ اور اگر کہیں کوئی آریہ خود مناظرہ کا چیلنج کردیتا تھا تو پھر اس کی شامت ہی آجاتی تھی جیسا کہ اوپر کے سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ شدھی تحریک کے بانی شردھانند کا تو آپ نے ناطقہ بند کررکھا تھا وہ آپ کے سامنے آنے سے گھبراتا تھا۔ ایک مرتبہ دوارب پرانا دھرم ہونے کے دعوے پر آپ نے غیرت دلاتے ہوئے مناظرہ کا مطالبہ کرکے پوسٹر شائع فرمادیا اور پورے ہندوستان میں تقسیم کروایا مگر پھر بھی

مناظرہ کے لئے سامنے نہ آیا۔ اب حضرت اس کے تعاقب میں لگ گئے اور مطالبۂ مناظرہ فرمایا تو اس نے قبول کرلیا۔ چنانچہ آپ دہلی آئے وہ دہلی سے فرار ہوکر بریلی پہونچا حضرت بریلی شریف تشریف لے گئے تو وہ لکھنو بھاگ گیا۔ حضرت بھی لکھنو پہنچے، پھر وہ پٹنہ چلا گیا حضرت پٹنہ پہونچے پھر وہ وہاں سے بھاگ کر کلکتہ پہونچا حضرت نے کلکتہ پہونچ کر اسے پکڑ لیا اور مناظر کا مطالبہ فرمایا چنانچہ پنڈت نے مناظرہ سے صاف انکار کردیا۔

اعلیٰحضرت کے وکیل مطلق

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ حضور صدرالافاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا مقام کیا تھا اور صدرالافاضل اعلیٰحضرت کو کس مقام پر دیکھتے تھے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعجاز صاحب قادری رضوی (پاکستان) تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیں وثوق اور معتمد علیہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت صدرالافاضل نے فرمایا ''ایک بار سیدنا اعلیٰحضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقہ مجھے علامہ ابن عابدین سے حاصل ہوئی تو ہم نے اسے تواضع پر محمول کیا اس لئے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ کی تحقیقات عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں۔'' معلوم ہوا کہ صدرالافاضل کی نظر اعلیٰحضرت کی تحقیقات اور علامہ شامی کی تحقیقات پر پوری پوری بصیرتانہ طور پر تھی۔ (راقم الحروف)

حضرت علامہ مفتی اعجاز صاحب رضوی اپنے اسی مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ کس قدر باعظمت تھے۔ امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ ذی جاہ سے ''وکالت مطلقہ'' جس جس موقعہ پر حضرت تاجدار اہلسنت صدرالافاضل کو ملتی رہی اس سے یہ اندازہ لگانا بڑا صحیح اور درست ہوگا کہ حضرت صدرالافاضل کا کیا مقام ہے۔ فرق باطلہ اور معاندین سے گفتگو و مناظرات میں سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بار بار صدرالافاضل کو اپنا وکیل خاص بنایا۔ چنانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر خود اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بارہا ذکر احباب میں ارشاد فرمایا۔

میرے نعیم الدین کو نعمت   اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سراہ العزیز کے کارہائے تجدید کی ترویج و اشاعت جس قدر حضرت سلطان العلوم صدرالافاضل قدس سرہ نے فرمایا وہ اہلسنت سواد اعظم پر مخفی نہیں ہے۔ بلاشبہ مسلک اعلیٰحضرت قدس سرہ کی ترویج و اشاعت میں جو خصوصیت حضرت صدرالافاضل کو حاصل ہے وہ ان کی تالیفات وتصنیفات سے ظاہر ہے۔

بحرالعلوم حضرت علامہ عبدالباری صاحب فرنگی محلی کی رد میں جب اعلیٰحضرت نے الطاری الداری لکھا تو اس سلسلے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ''الطاری الداری'' کی تصنیف پر مسودہ جب حضرت صدر الافاضل کو دکھایا گیا تو حضرت صدر الافاضل نے اس میں کثیر مضامین کے بارے میں درخواست کی کہ یہ نکال دیا جائے۔ چنانچہ سیدنا اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بلا تامل اسے کاٹ دیا۔ اور حضرت صدرالافاضل قدس سرہ سے یہ بھی نہ فرمایا کہ کیوں یہ ترمیم پیش کی۔ غرضیکہ بجا طور پر اگر حضرت سلطان العلوم صدر الافاضل کو ''رضویوں کا وکیل'' کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مضمون مفتی اعجاز احمد رضوی

پاکستان ماخوذ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدرالافاضل مرتبہ مولانا محمد نعیمی صاحب صفحہ ۳۱۳، ۳۱۲)

توبہ نامہ بحرالعلوم مفتی عبدالباری فرنگی محلی

جب حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت کمیٹی کے بام عروج کے وقت گاندھی کی تحریکات ونظریات کے تحت چند کلمات غیر محتاط خلاف اسلام نکل گئے حتّٰی کہ یہ بھی کہہ گئے۔

عمرے کہ بآیات احادیث گذشت رفتی و نثاربت پرستی کردی

تو اعلیٰحضرت نے خط وکتابت کا سلسلہ شروع فرمایا اورنہایت متین وسنجیدہ لب ولہجہ میں افہام وتفہیم چاہی مگر علامہ فرنگی محلی عقیدت گاندھیت کے نشہ میں اعلیٰحضرت قدس سرہ کی خط وکتابت سے بے پرواہ ہوگئے۔ چنانچہ اعلیٰحضرت نے ''الطاری الداری، لہفوات عبدالباری'' دوجلدوں میں تالیف فرمائی۔ کتاب چھپ جانے کے بعد جب حضرت علامہ فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے مطالعہ میں آئی تو تجرِ علمی کے ساتھ خشیت الٰہی نے مساعدت کی اور مفاہمت کی طرف میلانِ خاطر کیا چنانچہ اس مفاہمت کے لئے اعلیٰحضرت صدرالشریعہ علامہ مفتی امجد علی صاحب قدس اسرار ہما کو حضرت استاذ العلماء صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کی معیت میں لکھنو کے لئے روانہ فرمایا۔ ان تین نفوس قدسیہ پر مشتمل باوقار وفد میں بحیثیت طالب علم محدث اعظم پاکستان بھی تھے۔ جب مولانا فرنگی محلی کو معلوم ہوا کہ بریلی سے انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ ایک وفد آرہا ہے جس میں فلاں فلاں نفوس قدسیہ شریک ہیں تو مولانا فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ اپنے بہت سے مریدوں اورمحبوں کو لے کر وفد کے خیر مقدم کے لئے بطور استقبال پر اسٹیشن پہونچ گئے جیسے ہی گاڑی سے یہ وفد پلیٹ فارم پر اترا فوراً والہانہ انداز میں مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مصافحہ ومعانقہ کے لئے بڑھے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے یہ کہہ مصافحہ ومعانقہ سے اعراض فرمایا کہ جن بنیادی اختلاف کی وجہ سے ہم آپ سے اور آپ ہم سے دور ہوگئے ان کا تصفیہ ہو جائے پھر معانقہ ہوگا۔ یہ دیکھ کر مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی علیہ الرحمہ اور ان کے ہزاروں مریدین مایوس ہوگئے اور مصالحت وموافقت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ بالآخر حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے پاس ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں۔ اور قطعاً عار نہ محسوس کریں حجۃ الاسلام کے اس طرز عمل میں بھی خلوص ودینداری کا جذبہ صادق ہی کارفرما ہے۔ کچھ ذاتی منافرت وکدورت نہیں ہے۔ واقعی بنیادی اور اصولی اختلاف کا تصفیہ پہلے ہونا چاہئے۔

حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ نے اس حسن تدبر سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو قائل کیا کہ وہ گفتگو کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ ایسے ماحول میں گفتگو کے لئے حضور صدرالافاضل کو ہی منتخب کیا گیا۔ اور وقت کی نزاکت کے اعتبار سے یہی مناسب بھی تھا۔ گفتگو ایسے خوشگوار ماحول میں ہوئی کہ مولانا فرنگی محلی جھکتے چلے گئے۔ حتّٰی کہ اعتراف حق کے ساتھ اظہار حق کے لئے کاغذ اٹھایا اوراپنے غلطیہائے ماضیہ پر لکھنا شروع کر دیا کہ اتنے میں حضرت مولانا فرنگی محلی کا ایک متمول خادم خاص جو لکھنو کے بوچڑوں میں سے تھا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ اورعرض کرنے لگا کہ حضور اس میں ہماری سخت ذلت ورسوائی ہے۔

مقابلہ کے لئے یہ چیک بک حاضر ہے لاکھ دو لاکھ جتنا چاہیں خرچ فرمائیں مگر توبہ نامہ نہ لکھیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حضرت بحر العلوم کو کہ انہوں نے نہایت بے نیازانہ طور پر اسے جواب دیا کہ کمرے سے باہر چلے جاؤ کیا تم میرا ایمان چیک بک کے اوپر خریدنا چاہتے ہو۔ مجھے تو ایمان کی پڑی ہے اور تجھے اتنی دولت کا غرّہ ہے۔ میں ایسے لوگوں کو شیاطین الانس سمجھتا ہوں۔ میری یہ توبہ خاتمہ کو درست کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی شخصیت سے مرعوب ہوکر۔

حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے بروقت نہایت متانت سے فرمایا۔ حضرت! یہ تحریر صرف شہادت ملائکہ تک ہے یا ہم تینوں اس کے شاہد ہیں یہ تحریر پریس میں نہیں جائے گی اس کی اشاعت ہرگز نہیں ہوگی۔ تو مولانا بحر العلوم علیہ الرحمہ نے فوراً فرمایا کہ جب میں اپنے رب کے حضور خوف وخشیت سے تائب ہو رہا ہوں تو اس کے اشاعت کا مجھے کوئی خوف وخطرہ نہیں مجھے تو دنیا کی ذلت سے کہیں زیادہ آخرت کی ذلت و رسوائی سے خطرہ ہے۔ چنانچہ علامہ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا توبہ نامہ ''اخبار ہمدم ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء میں شائع فرما دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔ اور پھر تینوں حضرات سے علامہ فرنگی محلی علیہ الرحمۃ نے مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ اور اسی خوشی میں اپنے دولت کدے پر محفل میلاد کا انعقاد بھی کیا۔

اب وہ تحریر لئے ہر سہ نفوس قدسیہ اعلیٰحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بارگاہ میں پہنچے وہ بے پناہ خوش ہوئے۔ بلکہ اسی کے ساتھ حق پرستی وحق نیوشی کے طور پر آپ نے حکم دیا کہ ''الطاری الداری'' کو نذر آتش کر دیا جائے۔ اس زمانے کے اعتبار سے وہ کئی ہزار کے صرفہ سے چھپی تھی۔ ۱؎

۱؎ مستفاد از مضمون مفتی حسن علی رضوی۔ ملتان پاکستان مطبوعہ'' تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل ''۔

علی برادران کی توبہ

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی صاحبان حضرت بحر العلوم علامہ عبدالباری فرنگی محلی کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت بحر العلوم فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے توبہ اور رجوع کے بعد قدرتی اور نفسیاتی طور پر علی برادران بھی اعلیٰحضرت کی تحقیقات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جبکہ یہ دونوں حضرات اعلیٰحضرت سے خلافت کمیٹی اور ہندو مسلم اتحاد واشتراک کے موضوع پر گفتگو کر چکے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمہ دہلی آئے اور حضرت صدر الافاضل کو پتہ چلا تو آپ دہلی تشریف لے گئے اور مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کی اور خلافت کمیٹی و ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر تفصیلی گفتگو فرمائی بالآخر مولانا جوہر مرحوم نے لاجواب ہوکر توبہ نامہ لکھا اور صدر الافاضل کے حوالہ کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد مولانا شوکت علی علیہ الرحمہ مراد آباد آئے اور حضرت صدر الافاضل نے مولانا شوکت علی علیہ الرحمہ سے خلافت کمیٹی کے موضوع پر ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تفصیلی گفتگو ہوئی۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے بھی تمام تر خلاف شرع افعال و اعمال سے تائب ہوکر اپنا توبہ نامہ صدر الافاضل کے ہاتھ میں دے دیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

شدھی تحریک اور صدر الافاضل

۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء کے دوران جب پنڈت شردھانند کی شدھی تحریک کا فتنہ زوروں پر تھا تو حضور صدر الافاضل رضی

اللہ عنہ نے اس کی مدافعت کے لئے اس کے مقابلے میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے پلیٹ فارم سے فتنۂ ارتداد کا زبردست مقابلہ کرکے اندرون خانہ ہی اسے دفن کر دیا۔ اس کے بعد جب ''گروگوکل'' کی تحریک چلائی گئی تو آپ نے اس کے مقابلے کے لئے اکابر اہلسنت و جماعت کی ایک زبردست تنظیم ''الجمیعۃ العالیۃ المرکزیۃ'' کے نام سے قائم کی پھر جب پنڈت دیانند سروستی نے ستیارتھ پرکاش نامی کتاب لکھ کر اسلام اور شارع اسلام کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی اور اس کے اعتراضات وشکوک وشبہات کے مسکت جواب اپنی تقریروں سے اور اپنے ماہنامہ رسالہ ''السوادالاعظم'' میں مستقل مضامین لکھ کر دیئے۔ (اس مضمون کی مکمل تفصیل کے لئے کتاب تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل، مرتبہ مولانا نور محمد صاحب نعیمی کا مطالعہ کریں۔)

تبلیغی خدمات

حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت سے تعبیر ہے۔ شدھی تحریک کا تعاقبی دور تو آپ کی حیات طیبہ کا وہ درخشندہ باب ہے کہ جس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ ''آگرہ'' جو شدھی تحریک کا مرکز تھا، متھرا، بھرت پور، گوڑ گاواں، گوبند گڑھ، حوائی اجمیر، جے پور، کشن گڑھ میرٹھ اور اس کے مضافات بلند شہر، علی گڑھ وغیرہ کا دورہ فرما کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمتیں انجام دیں۔ اور شدھی تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حالاں کہ ان تبلیغی اور تعاقبی دوروں میں آپ نے بے مثال تکلیفیں بھی اٹھائیں ہیں۔ مگر کبھی اپنی تکلیفوں کا اظہار اشارے اور کنائے میں نہیں فرمایا۔ البتہ حساس دل والے اور احساس کے پیکروں نے ان اسفار کے مشکلات کے اعتراض میں بخل سے بھی کام نہیں لیا۔ اور برملا اعتراف حقیقت کیا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب صاحب مصطفوی کا اعتراف حقیقت قابل قدر بھی ہے اور قابل ذکر بھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہزار ہا ہزار لوگ جس عظیم شخصیت صدرالافاضل کے نیازمند ہوں جو شہر کے پر سہولت ماحول کا خوگر اور عادی ہو جس کے چاہنے اور ماننے والے اس کے ہر آرام وآسائش کا پورا خیال کرتے ہوں، بچپن سے جوانی تک جسے ایک دو میل بھی پیدل چل کر سفر کرنے کی نوبت نہ آئی ہو وہ نازونعم کا پروردہ مسیحائے قوم، ناخواندہ مسلم عوام کے ایمان وعقیدہ کو بچانے کے لئے میلوں پیدل چل رہا ہے۔ نہ کہیں کھانے کا انتظام ہے اور نہ کہیں سونے کا انتظام، بس ایک مسئولیت اور جواب دہی کا احساس ہے۔ نیز مسلم عوام کی خیر خواہی کا جذبہ صادق ہے جو شہر کی پختہ شاہراہوں پر سواری کے ذریعہ آنے جانے والے کو دیہات کی پگڈنڈیوں اور ندی نالے کے نشیب وفراز کی سیر کرا رہا ہے جس کی ناز برداری کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے وہ ماوشما کی ناز برداری بادیہ پیمائی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کا جو عملی مظاہرہ آپ نے فرمایا وہ قابل قدر اور لائق تقلید ہے۔

پہاڑی زبان میں کتاب ''پراچین کا دل'' کی تصنیف

حضرت مولانا محمد حسین صاحب رضوی سابق استاذ جامعہ نظام الدین دہلی کا زیر نظر مضمون حضرت صدرالافاضل کے

تبلیغ وتصنیف میں بالکل ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔دعوت وتبلیغ کے لئے آپ کا سوز تڑپ، بے لوث جد وجہد اورمخلصانہ کوششوں کا قدرے اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس کی خاطر متعدد مسلم وغیر مسلم علاقوں اور دیہاتوں کا دورہ فرمایا۔اس سلسلہ میں آپ نینی تال گئے الموڑہ اور ہلدوانی وغیرہ کے ایسے پہاڑی علاقوں اور دیہاتوں میں گئے جو علمی اور دینی اعتبار سے کافی پسماندہ تھے۔وہاں کے باشندوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا، اور انہیں اسلام پر پوری طرح عمل کرنے اور بری عادتوں، غلط رسم ورواج کو ترک کرنے پر ابھارا۔آپ نے یہاں کے باشندوں کے لئے پہاڑی زبان میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل ''پراچین کال'' کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ان تمام دعوتی کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ اس کام کے لئے ملک کے مختلف مقامات پر آپ نے وفود بھیجے اور مبلغین کو متعین فرمایا۔اس طرح آپ نے پوری زندگی دین کی دعوتی وتبلیغی مشن کو فروغ دینے میں گزار دی۔(بحوالہ کتاب مذکورہ)

مدارس ومکاتب

اسلامی ذہن سازی کے میدان میں اسلامی مدارس ومکاتب کا اہم کردار ہے اسی لئے حضور صدرالافاضل نے مدارس ومکاتب کی جانب خصوصی توجہ فرمائی۔اور ایسے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مدارس ومکاتب قائم فرمائے کہ جہاں کے لوگوں کو دین کے تعلق سے کچھ بھی معلومات نہیں تھی۔اس طرح سے وہاں کے لوگوں کو دینی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ فرمادیا۔

اخلاق ومروت اور داد ودہش

حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ اپنے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے مظہر تھے مصاحبین پروانہ وار نثار ہونے کا جذبہ رکھتے تھے۔تلامذہ والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے یہ بات اور اساتذہ کے شاگردوں میں نہیں ملتی۔آپ کے کریمانہ اخلاق کے یگانے گرویدہ اور بیگانے معترف تھے۔آپ کی خدمت عالیہ میں دیگر مقامات سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد بغرض استفادہ بکثرت علماء آتے تھے اور تعلیم وتدریس تبلیغ وافتاء کے طور طریقے سیکھتے تھے۔اور علمی وروحانی فیض حاصل کرتے تھے۔اس دوران سب کی کفالت آپ فرماتے تھے۔اور آپ انہیں مختلف تعلیمی وتبلیغی اور تدریسی خدمات پر مامور فرما کر بھیجتے رہتے تھے۔غرضیکہ آپ کی ذات والا صفات بہت ہی زیادہ فیض رساں تھی۔اس سلسلہ میں حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی ناظم جامعہ نعیمیہ لاہور پاکستان کی زبان سے سنیئے۔''میں نے نو سال جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں رہ کر کبھی کسی سائل کو خالی واپس جاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔بلکہ میری آنکھوں نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ سائلوں کو بدن کے کپڑے تک دے دیئے ہیں۔بلکہ متعدد غرباء مساکین، بیوائیں اور یتامیٰ کو آپ کے داد ودہش سے پلتے اور جیتے دیکھا ہے۔ہر غریب ونادار کو سہارا دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور جس کو سہارا دیا وہ ضرور اپنے پیر پر کھڑا ہوجانے کے لائق ہوگیا۔

ماہنامہ السواد الاعظم اور صدرالافاضل کی فکری قیادت

پرنٹ میڈیا اور صحافت عصر جدید میں ذہن سازی کا سب سے بڑا کام انجام دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس طرح ذہن

وفکر کی تعمیر کی جاسکتی ہے اسی طرح اذہان وافکار کی تخریب طبیعتوں میں بگاڑ اور بڑے بڑے فتنہ وانقلاب بر پا کئے جاسکتے ہیں درحقیقت موجودہ زمانے میں یہ اسلام کی صحیح دعوت وتبلیغ اور قوم مسلم کی ذہنی وفکری رہنمائی کے لئے بڑا ہی موثر ترین آلۂ کار ہے۔

حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کو صحافت کی اہمیت اور اس کے فوائد کا پورا پورا احساس تھا جس کی وجہ سے آپ نے اس کی طرف مکمل توجہ فرمائی اور ابوالکلام آزاد کی ادارت میں کلکتہ سے شائع ہونے والا مشہور جریدہ ''الہلال'' ''البلاغ'' کے لئے عرصہ تک دینی ور تاریخی ادبی وفکری سیاسی وسماجی اور عقائد سے بھرپور دعوتی وتبلیغی مضامین لکھتے رہے۔لیکن جب ابوالکلام آزاد کے عقائد اور نظریاتی اختلافات کھل کر سامنے آگئے تو آپ نے یہ سلسلہ بند فرما دیا اور خود ''السواد الاعظم'' کے نام سے ایک ماہنامہ مراد آباد سے جاری فرمایا۔جس کا شمار چند ہی مہینے میں اپنے زمانہ کے اہم اور نامور رسالوں میں ہونے لگا۔

یہ ماہنامہ سنجیدہ اسلوب بلند اسلامی افکار اور ایسے دلکش طرز تحریر کا حامل تھا کہ جس کی طرز تحریر دلوں کو موہ لیتی تھی۔ اس کی فکر انگیز عبارتوں اور شعلہ بار تحریروں نے اپنے وقت کے ذہین وفطین مفکروں کے ذہن وفکر کے دریچے کھول دیئے۔ عقل وخرد کو بیدار کرنا اور مسلمانوں کو جھنجھوڑ دیا۔اس طرح سے حضور صدر الافاضل نے ''السواد اعظم'' کے ذریعہ قوم وملت کی فکری قیادت بھی باحسن وجوہ فرمائی۔

وہابی، دیوبندی، قادیانی نیچری بہائی، آریہ سماجی غرضیکہ جتنے قسم کی بھی سرخ وسیاہ اور باطل آندھیاں منصوبہ بند طریقے پر ایک جٹ ہو کر اس وقت وفاداران اسلام اور اہلسنت و جماعت پر چلیں۔بفضل اللہ الکریم صدر الافاضل نے نہایت پامردی کے ساتھ السواد اعظم کے ذریعہ ان کے افکار فاسدہ اور اوہام کاسدہ وعقائد باطلہ کے دندان شکن جواب تاحیات دیتے رہے اور قوم کو بیدار فرماتے رہے۔

کئی قسم کے مضامین مسلسل چھپتے رہے بالخصوص پنڈت دیانند سرستی کی کتاب ''سیتارتھ پرکاش'' (جس میں قرآنی آیتوں پر اعتراضات بھرے پڑے ہیں) اسکے جوابات اور ستر داد میں آپ نے اپنے ماہنامہ السواد الاعظم میں ایک مستقل کالم کے ذریعہ مسلسل قسطوں میں لاجواب مضامین تحریر فرمائے۔(کاش صدر الافاضل کے تمامی مضامین مل جاتے تو بات ہی کچھ اور ہوتی۔پھر بھی خدا بھلا کرے ہمارے محب گرامی مولانا نور محمد صاحب نعیمی نعیم القادری کا کہ انہوں نے بڑی جانفشانی اور کٹھن صعوبتوں سے دوچار ہو کر جتنے مہینے کے السواد الاعظم رسالے مل سکے اس میں سے ستیارتھ پرکاش کے جوابات کے مضامین اکٹھا کر کے ''ما یحصل الکل لا یترک الکل'' کو پیش نظر رکھ کر تقریباً ستر (۷۰) اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل اسی فتاویٰ صدر الافاضل کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر کے مسلمانوں پر احسان فرمایا دیا)۔راقم الحروف۔

فتنۂ انکار حدیث کا مقابلہ

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی درس وتدریس تصنیف وتالیف اور مناظرہ ومقابلہ سے تعبیر ہے۔آپ کے زمانۂ اقدس کا وہ کونسا فرقہ باطلہ ہے کہ جس سے آپ نبرد آزما نہیں ہوئے؟ اور الحمدللہ تحریر وتقریر سے بحث ومباحثہ اور

مناظرہ و مقابلہ سے آپ نے تمام فریق باطلہ کا پامردی سے مقابلہ کرکے ہر میدان میں اپنے مقابل کوشکست فاش دیکر ہزیمت و ذلت سے دوچار کیا۔ انہیں میں ایک نابکار و باطل فرقہ منکر حدیث کا ہے۔ جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے خبر دیدی تھی کہ ایک مالدار و متکبر شخص قرآن کا قائل ہوگا اور حدیث کا انکار کرے گا۔ حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ مسلمان سمجھتے رہے کہ آخر زمانہ میں ایسا وقت آئے گا جب کوئی مدعی اسلام بہ آواز بلند کہے گا کہ فقط قراان کو مانو اور حدیث کا اعتبار مت کرو۔ لیکن مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خبر ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی اور عبداللہ چکڑالوی نے اہل قرآن نامی ایک فرقہ نکالا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی تھی بعینہٖ ویسا ہی ہوا کہ اس مغرور و متکبر کیا اور لکھا کہ قرآن پاک سے نماز ثابت نہیں۔ خداوند کریم کی مقرر کردہ کوئی عبادت رسم و حرکت کی پابند نہیں ہوسکتی اور قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی ''صلوٰۃ'' کا لفظ آیا ہے اس کے معنی نماز کے نہیں ہیں اور مثال میں اس نے آیۃ کریمہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ''الخ اور دوسری آیت ''وکان صلوتھم عندالبیت الامکاء و تصدیہ'' اپنے مدعائے باطل کی تائید کے لئے پیش کی ہے۔

حضور صدر الافاضل نے اس خبیث وملعون عقیدے کا بھی خوب خوب آپریشن اور بڑی مبسوط وطویل بحث اس کے ردوابطال میں فرمائی ہے۔ صاحب ذوق حضرات السواد الاعظم مرادآباد سے مستفاد و ماخوذ کتاب مقالات صدر الافاضل پر مشتمل ''افکار صدر الافاضل'' کا مطالعہ فرمائیں۔ صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کے طویل جواب کا مختصر خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ اول تو نماز کی فرضیت اور ثبوت میں کلام کرنا ہی دیوانگی سے کم نہیں لیکن اگر نماز کے ثبوت میں کوئی بھی آیۃ نہ ہوتی، کوئی حدیث نہ ہوتی جب بھی انکار ممکن نہیں تھا۔ کیوں کہ کسی چیز کا تواتر کے ساتھ منقول ہونا اور بے شمار بندگان خدا کا ہر قرن میں اس پر عامل رہنا ہی ثبوت کی ایسی محکم دلیل ہے کہ جس کے مقابلے میں لب کشائی کی کوئی عاقل جرأت ہی نہیں کرسکتا۔ ہم کو معلوم ہے کہ بغداد ایک شہر اور خبر متواتر نے اس کا یقین دلایا ہے تو کیا آج کوئی شخص بغداد شہر کے ہونے کا منکر ہوسکتا ہے؟ واضح رہے کہ بغداد کی شہریت کا تواتر اتنا زبردست نہیں ہے جتنا نماز کی فرضیت کا ہے کہ عہد پاک رسالت اور زمانہ نزول وحی سے آج تک نماز کی فرضیت ہم تک ایسے تواتر سے پہونچی ہے کہ جو انقطاع سے پاک ہے ہر قرن میں کروروں بلکہ بے شمار انسان اس تواتر کے عامل و حامل رہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیات طیبات کے جوابات تو نے احادیث کریمہ کا انکار کیا اور اب اس کا فرقہ طرح طرح سے مسلمانوں کو غلطی میں ڈالنے اور احادیث سے منحرف کرنے کی فکریں کررہا ہے۔

اس باطل فرقہ کے خبیث بانی (عبداللہ چکڑالوی) کی رد میں آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم ۱۳۴۸ھ میں قسط وار کئی مضامین چھاپے ہیں جنہیں مقالات صدر الافاضل میں دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے۔ حضرت کے مضامین کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کا انکار شریعت وقرآن کا انکار ہے۔ احادیث کریمہ قرآن حکیم کی تفسیر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کلامی تفسیر کلام اللہ میرا کلام کلام الٰہی کی تفسیر ہے۔ تو جب تفسیر کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک کے صحیح

مطالب تک رسائی کا کیا ذریعہ ہے۔اب اپنے ہوائے نفس کا اتباع رہ گیا ہے اور احادیث کا انکار کرنے سے یہی مقصود بھی ہے۔اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔''ما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا'' جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔اس آیۃ کریمہ میں ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کا حکم صریح ہے۔احادیث کا انکار اس حکم قرآنی کی کھلی مخالفت ہے۔دوسری آیۃ میں ارشاد پروردگار ہے۔وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الاوحی یوحیٰ (معصوم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے مگر وہ وحی جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی الٰہی ہے اور حدیث کا انکار وحیٔ خداوندی کا انکار ہے۔

فتنۂ انکار نماز کا مقابلہ

لکھنو سے ایک رسالہ نکلتا تھا جس کا نام ''نگار'' تھا اس کا ایڈیٹر نیاز فتح پوری تھا اس نے اپنے رسالہ میں صاف نماز کا انکار کتاب ''افکار صدر الافاضل'' میں دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں۔مضمون کے آخر میں دس آیات کریمہ جو نماز کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں تحریر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اور اس کے سوا بکثرت آیات ہیں جن میں کلام کا اسلوب صلوٰۃ بمعنی نماز ماننے پر مجبور کرتا ہے۔روز روشن میں آفتاب کے انکار کرنے سے زیادہ شنیع تر نیاز فتحپوری کا یہ قول ہے کہ قرآن پاک میں صلوٰۃ بمعنی نماز نہیں۔العیاذ باللہ تعالیٰ)

افغانستان کا ''امیر المومنین'' اور ''امّ المومنین''

قندھار (افغانستان) کا رہنے والا مولوی عبدالسلام درانی جو عہد صدر الافاضل میں بدایوں کے مدرسہ شمس العلوم کا مدرس تھا۔افغانستان کے شاہ امان اللہ خاں جو مغربیت کے عشق میں اس قدر سرشار تھے کہ انہیں حکومت وسلطنت کی بھی پرواہ نہیں رہ گئی تھی اور اسی مغربیت نوازی میں ہی ملک وسلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔مولوی عبدالسلام افغانی نے شاہ امان اللہ خاں کو بڑی سخاوت کے ساتھ مسطورہ ذیل القاب عنایت فرمائے تھے،'امیر المومنین' خلیفہ المسلمین' مجاہد فی سبیل اللہ' لاعلاء کلمۃ اللہ غازی اسلام؛ اور شاہ امان اللہ خاں کی بیوی ثریا بیگم کو امّ المومنین کا خطاب عطا کیا تھا۔

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ افغانی مولوی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذرا یہ تو بتایئے کہ شاہ امان اللہ خاں نے کون سا جہاد کیا اور کس نے کیا اور کب کیا اور کہاں کیا؟ اور میدان جہاد سے اور غزوہ کفار سے بچ کر فتحیاب ہو کر افغانستان آ گئے کہ مجاہد فی سبیل اللہ لاعلائے کلمۃ اللہ اور غازی اسلام ہو گئے۔بلکہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین کہہ کر خلفا راشدین ابوبکر صدیق،عمر ابن الخطاب،عثمان غنی اور حضرت علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ و باعظمت صف میں لا کھڑا کر دیا۔وہ شاہ امان اللہ جس نے وضع یہود ولباس نصاریٰ اور چھجہ دار ٹوپی (ہیٹ) پہننے کا حکم اپنی رعایا کو دے کر اسلامی وضع کا کھلے عام مذاق اڑایا۔اور پھر تم نے یہ کہہ کر ہیٹ اصحاب دول عظمٰی کا لباس ہے ان میں اظہار تنعم ہے لہٰذا یہ مستحسن اور واما بنعمۃ ربك فحدث میں داخل ہے مزید غضب ڈھایا۔تمہاری یہ دلیل انتہائی ذلیل ہے اور کسی

صاحب علم وعقل کو ایسی بات زبان پر لاتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ اصحاب دول عظمیٰ کا لباس نیکر و جانگھیہ بھی ہے، آستین کٹے شلوکے اور کرتے بھی ہیں، سینہ کھلے کھڑے بھی ہیں سب میں اظہار تنعم ہے اور لنگوٹی میں تو اور اظہار تنعم ہوگا کیا خوب معیار تنعم ہے۔ جو کچھ یورپ کے بے قید کریں وہ تنعم ہے۔ سڑی مچھلی کہ جس کی بو محلے پراگندہ کردے وہ آپ کے نزدیک تنعم ہوگا۔ تف ہے ایسی تنعم پر اور اس کو ''واما بنعمۃ ربک فحدث'' میں داخل بتایا، اور کفار کے طریقوں کو ایسی نعمت رب قرار دیا کہ جس کی تحدیث کا قرآن حکم ہے۔ کس قسم کی جرأت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ شائد کوئی کٹر نیچری بھی قرآن پاک کے معنی کو اس طرح بگاڑنے کی ہمّت نہ کرتا مگر معلوم نہیں کہ ملا صاحب کی آنکھوں پر کس قسم کی پٹی بندھی ہوئی ہے؟ (یہ تو مشتے از نمونہ خروارے ہے تفصیل کے لئے کتاب افکار صدر الافاضل دیکھئے)

رہ گئی ثریا بیگم جس کو افغانی ملا نے ''ام المومنین'' کے خطاب سے نوازا اس سلسلہ میں حضور صدر الافاضل کی تحریر ملاحظہ فرمایئے۔ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''اولی بالمومنین من انفسھم'' فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ازواج مطہرات کو ام المومنین کے خطاب سے نوازا۔ فرمایا قال اللہ تعالیٰ النبی اولی بالمومنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم، وہ حقیقتاً مسلمانوں کی مائیں ہیں اور مسلمانوں کی عزت ہیں، ہماری سب کی مائیں ان ماؤں کی نعلین پاک پر قربان۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو یہ خطاب خاص عطا فرمایا ہے کسی کی کیا مجال کہ یہ خطاب دوسرے کو دے اور وہ کسی دوسرے کے حق میں صحیح بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جس طرح مائیں ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات علی التابید حرام ہیں اور اسی معنی میں انہیں امہات المومنین فرمایا گیا اور یہ مرتبہ ایسا خاص ہے کہ اس میں ان کی اولاد و برادر بھی حصہ نہیں ورنہ ان کے بھائی مسلمانوں کے ماموں اور ان کی بہنیں مسلمانوں کی خالہ ہوجاتیں۔ ان کی تمام صاحبزادیاں بھی ان کے اس امتیاز میں شرکت کا دعویٰ نہیں کرسکتیں۔ اور اس رشتہ سے اخواۃ المومنین نہیں ہوسکتیں۔ جو مرتبہ ایسا خاص اور اتنا تام ہے اس کی کسی دوسرے کے لئے تجویز کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ کسی بادشاہ کی بیوی کو ام المومنین کہنا جھوٹ بھی ہے کیونکہ وہ مومنوں پر ہمیشہ کے لئے حرام نہیں اگر بادشاہ چھوڑ دے تو کسی بھی مومن سے وہ نکاح کرسکتی ہے۔ ہاں مولوی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ماں سے پردہ نہیں ہوتا اور ثریا بیگم صاحبہ کسی سے بھی پردہ نہیں کرتی ہیں اسی لئے انہیں ام المومنین کہا گیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ''بریں عقل و دانش ببایدگریست'' (پوری تفصیل کے لئے افکار صدر الافاضل دیکھئے)۔

جامعہ نعیمہ مراد آباد

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے ۱۳۲۸ھ میں ارادہ فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہیے جس میں معقول و منقول کی معیاری تعلیم ہو۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی جس کے ناظم آپ اور صدر حکیم حافظ نواب حامی الدین احمد صاحب مراد آبادی ہوئے۔ اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قائم فرمایا جس کو مدرسہ اہلسنت و جماعت کہا جاتا تھا۔ جب نواب صاحب اور ان کے رفقاء وہمنواؤں کا انتقال ہوگیا تو انجمن خود بخود ختم ہوگئی اب مدرسہ آپ کی طرف منسوب کیا

جانے لگا۔ اور وہ مدرسہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر جب اس کے فارغ التحصیل طلباء و علماء اطراف و اکناف اور ملک میں پھیل کر اپنے اپنے مقامات پر مدرسے قائم کئے اور ان کا الحاق مراد آباد کے مرکزی مدرسہ نعیمیہ سے ہوا۔ اور ملک کے دیگر مدارس اہلسنت میں سے بیشتر اسی مدرسہ سے ملحق و منسلک ہو گئے۔ تو لازمی اب اس مدرسہ کی حیثیت رائج الوقت زبان میں یونیورسٹی اور قدیم زبان میں ''جامعہ'' کی ہو گئی۔ چنانچہ ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' رکھا گیا اور آج تک اسی نام سے قائم و مشہور ہے۔ اللہ تعالی اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل ہمیشہ اس کو قائم و دائم رکھے اور دین و مذاہب کی خدمت میں ہمیشہ اسے سب سے آگے رکھے۔ آمین۔

چند مشاہیر تلامذہ (پاکستان)

حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب قادری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمہ ناظم انجمن حزب الاحناف پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی صاحب محدث پاکستان

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی

مورخ اسلام جسٹس علامہ پیر کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بی، اے، ازاہر یعلیہ الرحمہ

حضرت علامہ نذر احمد صاحب نعیمی، سلانوالی۔ پاکستان

حضرت علامہ غلام فخر الدین صاحب نعیمی گانگوی میاں والی

حضرت علامہ مولانا خدا بخش صاحب نعیمی لاہور پاکستان

حضرت علامہ مفتی امین الدین صاحب نعیمی کامونکی، پاکستان

حضرت علامہ غلام معین الدین صاحب، محدث اعظم پاکستان

حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین صاحب کاخیل پاکستان

حضرت علامہ حکیم محمد مختار صاحب نعیمی گجرات

حضرت علامہ احمد سعید صاحب صاحب نعیمی شادیانہ، میانوالی

حضرت علامہ محمد صالح صاحب نعیمی فاضل پور ڈیرہ غازی خان

حضرت علامہ غلام محی الدین صاحب مراد آباد

حضرت علامہ محمد اطہر صاحب نعیمی، کراچی پاکستان

ہندوستان میں چند مشاہیر تلامذہ

حضرت علامہ غلام یزدانی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف

برادر شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

سلطان المناظرین امین شریعت مفتی رفاقت حسین کانپوری علیہ الرحمہ

شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ مصنف قانون شریعت

امام المعقولات علامہ سلیمان علیہ الرحمہ بھاگلپوری

حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری، علیہ الرحمہ

مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن رئیس اعظم اڑیسہ، علیہ الرحمہ

اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ

فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرشید علیہ الرحمہ بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور

سلطان المناظرین حضرت مفتی عتیق الرحمٰن نعیمی محدث تلشی پوری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی علیہ الرحمہ

سیّاح ایشیاء علامہ نذیر الاکرم مرادآبادی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ ظہور احمد علیہ الرحمہ مرادآباد وغیرہ وغیرہ۔

تصنیفات

دینی وملی سیاسی وسماجی تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے تقریباً دو درجن کتابیں بطور یادگار ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر خزائن العرفان شریف

۲۔ نعیم البیان فی تفسیر القرآن (جو ہفت روزہ السواد الاعظم پاکستان میں قسط وار مولانا سید غلام معین الدین صاحب نعیمی چھاپتے تھے یہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء کی بات ہے میں خود السواد الاعظم دورانِ طالب علمی جامعہ عتیقیہ انوار العلوم میں منگاتا رہا۔ کتنی تھی اب کیا ہوئی خدا کو ہی معلوم۔ (راقم الحروف)

۳۔ الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفٰے

۴۔ اطیب البیان درردتقویۃ الایمان

۵۔ مظالم نجدیہ برمقابر قدسیہ

۶۔ اسواط العذاب علیٰ قوامع القباب

۷۔ آداب الاخیار

۸۔ سوانح کربلا

۹۔ سیرتِ صحابہ

۱۰۔التحقیقات لدفع التلبیسات

۱۱۔ارشادالانام فی محفل المولودوالقیام

۱۲۔کتب العقائد

۱۳۔زالحرمین

۱۴۔المموالات

۱۵۔گلبن غریب نواز

۱۶۔شرح شرح مائۃ عامل (یہ کتاب مفتی حفیظ اللہ صاحب نعیمی شیخ الحدیث دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا کے پاس ہے۔کاش کہ چھپ جائے۔)

۱۷۔ پراچین کال (یہ کتاب پہاڑی زبان میں ہے)

۱۸۔فن سپہ گری۔ (نام ہی سے اس کے مضامین کا پتہ چلتا ہے۔نبیرہ صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم سید رضوان الدین صاحب قبلہ کے پاس ہے۔)

۱۹۔شرح بخاری (نامکمل غیر مطبوع)

۲۰۔شرح قطبی (نامکمل غیر مطبوع)

۲۱۔ریاض نعیم (مجموعہ کلام)

۲۲۔کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب

۲۳۔فرائدالنورفی جرائدالقبور۔وغیرہ وغیرہ

گروگوکل تحریک اورمرادآبادکانفرنس

جمعیۃ العلمائی علماء جب گاندھی جی کے بالکل قریب ہوگئے اور ہر معاملے میں ان کے ہمنوا ہو گئے حتّٰی کہ گاندھی جی کا تخاطب معراج سے کچھ کم نہیں سمجھتے ان کے اقتدار میں سر نیاز خم کئے ہوئے نظر آرہے ہیں ہندوستان کے سامری نے ایسا جادو پھونکا تھا کہ بڑے بڑے صاحبان جبہ و دستار اور جانے مانے ہوئے لیڈران کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور ان کی ملاقات کی وجہ سعادت جانتے ہیں۔یہ تب کی بات ہے جب تحریک خلافت کی تائید گاندھی جی نے کی تھی۔

شاطر اور چالاک قسم کے ہندوؤں نے جب دیکھا کہ ان کو گود میں ایسے لوگ آگئے ہیں کہ ان کو حرص و لالچ دے کر جو چاہئے کرا لیجیے تو انہوں نے یہ چال چلی کہ اپنی مذہبی تہذیب کو تیز کر کے مسلمانوں کو مرتد بنا لیا جائے۔چنانچہ ۲۵۔۱۹۲۴ء میں شدھی تحریک شروع کر دی اور مسلمانوں کو مرتد بنانے لگے۔

حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ بقول حضرت علامہ وارث جمال صاحب قادری اعلیٰحضرت امام عشق و محبت کی مقدس جماعت کے ہراول دستے کے سالار اعلیٰ تھے ان کی رائے سے متفق ہو کر ''جماعت رضائے مصطفٰے'' کی تشکیل ہوئی۔اور اسی

جماعت کے جھنڈے تلے اعاظم رجال علماء اہلسنت بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی معیت میں شدھی تحریک کا پامردی سے مقابلہ کیا جس کی ابتداء آگرہ سے ہوئی۔ چوک کہ شدھی تحریک تقریباً دس اضلاع تک پھیل چکی تھی۔لہٰذا ہمارے علماء اہلسنت نے جگہ جگہ پہونچ کر فتنۂ ارتداد کا خوب خوب مقابلہ کیا۔علمائے اہلسنت اس تبلیغی جدوجہد میں ایک مدت مدیر تک آگرہ میں جلوہ افروز رہے۔اورحضور صدرالا فاضل رضی اللہ عنہ نے تو اپنا ہیڈکوارٹر ہی آگرہ کو بنالیا تھا۔اور وہیں سے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ مختلف جگہوں پر پہونچ پہونچ کر کرتے رہے۔آخرکار ''الحق یعلو ولا یعلیٰ'' کی جلوہ گری ہوئی۔شردھانند جو شدھی تحریک کا بانی تھا اس کی شرارت خاک آلود ہوئی اور ہزار ہا مرتد داخل اسلام ہوئے۔اور لاکھوں مسلمانوں کو آریاؤں کے چنگل سے بچالیا۔

جب شاطران ہند نے دیکھا کہ ان کی شدھی مشن اورتحریک ارتداد کی مٹی پلید ہوگئی تو انہوں نے ایک دوسرا منصوبہ بنایا اورگروکل کی تحریک چلائی جس کا مقصد یہ تھا کہ ایسے گئوشالے کالج بھون اسٹی قائم کئے جائیں کہ جس میں نوعمروں کو داخل کر کے ان کو باقاعدہ ٹریننگ دے کر مسلمانوں کے خلاف غیظ وغضب اورنفرت وحقارت کا پتلا بنادیا جائے۔اس طریقہ تعلیم پرحضور صدرالا فاضل نے یہ نظریہ قائم فرمایا کہ بظاہر تو یہ تعلیم کا پرچار ہےلیکن نتیجہ میں اب سے بیس پچیس سال کے بعد ایسے لوگ تیار ہو جائیں گے جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں گے اور اس وقت اس فتنہ کا مقابلہ کرنا آسان نہ ہوگا۔ چنانچہ ملک کے ہر سنی علم کو صدرالا فاضل نے جھنجھوڑا اوران کو ان خطرات سے آگاہ کیا اورفرمایا کہ اگرتم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی ایک سلک میں منسلک نہ ہوئے تو پھرانجام جو ہونا ہے اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ملک کے اعظم واکابر اہلسنت علماء ومشائخ کو مرادآباد میں مدعو کیا اور ملک کے کونے کونے سے تقریباً تین سو سے زائد علماء کرام اور مشائخ عظام مراداباد پہونچے اسی کو مرادآباد کانفرنس کہتے ہیں۔

علمائے اہلسنت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے صدرالا فاضل کی تحریروں سے آپ کی قائدانہ ومدبرانہ صلاحیتوں کا بھرپور جائزہ لیا جاسکتا ہے۔فرماتے ہیں علماء دین اور پیشوایانِ اسلام اب قدم اٹھائیں گوشۂ تنہائی سے نکلیں اس لئے کہ نہیں کہ انہیں جاہ ملے یا منصب ملے۔فقط اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو۔اسلام اورمسلمانوں کے مفاد کے خلاف پیش آنے والے خطرات کو روک سکیں اور مسلمانوں کے دلوں کو خوف سے محفوظ کرسکیں اب آپ کا یہ تقاعد زہد وانکسار کی حد سے گزر کر غفلت وتکاسل کے دائرے میں آ گیا ہے۔اوراس انداز سکوت سے اسلام اورمسلمانوں کو نقصانات پہونچ رہے ہیں اب آپ اس عقیدے کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ دینا یا ایک حلقہ میں درس دے کر خلوت خانہ میں فتویٰ لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ بدخواہانِ اسلام تحریک کے لئے کیا کیا تدابیر عمل میں لا رہے ہیں؟ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔اٹھئے اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔

ایسے موقعہ پرحضور صدرالا فاضل نے ایک قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے مرادآباد کی سرزمین پر مورخہ ۱۶، ۱۷، ۱۸،

۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو اکابر اہلسنت اور اربابِ فکر ونظر پر مشتمل ایک عظیم اجتماع کا انعقاد کیا۔جس میں آپ کی دعوت پر دانشوروں کے علاوہ تین سو سے زائد علماء ومشائخ نے شرکت کی۔اسی اجلاس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی درحقیقت اس کانفرنس کا قیام بنیادی طور پر گروگوکل تحریک کی بیخ کنی کے لئے ہوا اس کے اغراض ومقاصد نہایت حوصلہ افزا تھے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ہندوستان کے ہر شہر اور قصبات ودیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کرنا اور موجودہ انجمنوں کو احسن طریقہ پر جمعیۃ عالیہ مرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے ساتھ مربوط کرنا۔

۲۔ہندوستان کے کثیر سنی مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ انتشار کو دور کرکے ان کی تنظیم کرنا،اور انفرادی طور پر مذہبی کام کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کرکے متحدہ قوت بنانا۔

۳۔تبلیغی کام کو ایک نظم محکم کے ساتھ وسیع کرنا اور اس کے لئے مفید ذرائع اختیار کرنا۔

۴۔تبلیغ کی تعلیم دینے کے لئے خاص مدارس کھولنا۔

۵۔مذہبی تعلیم عام کرکے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو مذہب سے باخبر اور آشنا بنانا،انگریزی خواہ طلباء کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام اور آسان ذرائع بہم پہونچانا اور مزدور پیشہ لوگوں کی تعلیم کے لئے مدارس شبینہ جاری کرنا۔

۶۔مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا اور ان کی معاشرت میں اصلاح کرنا۔

۷۔مسلمانوں سے قرض کی عادت چھوڑوانا اور ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ مسلمان اپنی ضرورتیں خود پوری کریں اور غیر اقوام کے سامنے قرض کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت سے محفوظ رہیں۔

۸۔مقروض مسلمانوں کے لئے وہ تدابیر اختیار کرنا کہ وہ محدود مدت میں قرض سے سبکدوش ہوجائیں۔

۹۔بے کار مسلمانوں کے لئے ذریعہ معاش تجویز کرنا اور انہیں کام پر لگانا۔

۱۰۔مذکورہ تجاویز کو عوام اہلسنت میں پھیلانا اور مسلمانوں کو ان پر کاربند ہونے کی تلقین کرنا۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

سنی کانفرنس بنارس

بتاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں منعقد فرمائی جس میں غیر منقسم ہندوستان کے کونے کونے سے علماء کرام ومشائخ عظام شریک ہوئے۔شہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت سیدومرشدی حضرت علامہ مولانا حکیم سید اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اس فقید المثال کانفرنس کے تعلق سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی تحریکی وتبلیغی کاموں میں سب سے نمایاں کام آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) کا انعقاد ہے جس میں تقریباً چوبیس (۲۴) ہزار علماء ومشائخ تھے۔اور تقریباً تین لاکھ سے زائد مجمع تھا۔اتنے بڑے اجتماع کا انتظام وانصرام کوئی معمولی بات نہیں ہے جس میں کانفرنس کے لئے حضرت نے کسی کے سامنے دست سوال نہیں

پھیلایا۔ اور اتنے بڑے مجمع کے کھانے پینے رہنے سہنے کا انتظام اس حسن وخوبی کے ساتھ فرمایا کہ عوام ہوں یا خواص کسی کو بھی شکایت وشکوہ کا موقع نہیں مل سکا۔ بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ سارے رہائشی انتظام وآسائش ہمارے ہی لئے تھی۔

اس موقع پر حضور استاذ الکریم بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی وہ تحریر بے محل نہ ہوگی جس کو آپ نے اطیب البیان کے مقدمہ میں حضرت مولانا سید منظور احمد صاحب گھوسی سے روایت کی ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ صدر الافاضل نے اپنی زندگی میں ایک سے ایک بڑے بڑے بڑے کام کئے ہیں مثلاً جامعہ نعیمیہ قائم کیا اعلیٰ درجہ کا برقی پریس لگایا، ایک ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا جو مدتوں شان سے جاری رہا۔ کافی تعداد میں دینی و مذہبی کتابیں اعلیٰ معیار طباعت کے ساتھ شائع فرمائیں کئی کئی آل انڈیا کانفرنسیں منعقد فرمائیں۔ روزانہ کے شاہانہ اخراجات مزید براں مگر کبھی میں نے آپ کو چندہ کی اپیل کرتے دست طلب پھیلاتے اور لفظ سوال منہ سے نکالتے نہیں دیکھا اور سارے اخراجات اپنے بٹوہ سے ہی پورا فرماتے تھے۔ اس کے بعد حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ ازخود حضرت کا ہاتھ نہیں بٹاتے تھے مگر آپ نے کبھی مانگا نہیں۔ اس وقت مشہور تھا کہ آپ کو دستِ غیب حاصل ہے۔ اقوال ''بغیر کچھ کہے لوگوں کا ازخود ہاتھ بٹانا یہ بھی تو کرامت ہی ہے۔''

راقم الحروف۔

وفات حسرت آیات

ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ کی ۱۸ تاریخ اور اکتوبر ۱۹۴۸ئ کی ۲۳ تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا صبح سے ہی اس قسم کے آثار پائے جارہے تھے کہ آفتاب علم وعمل ماہتابِ فضل وکمال اختر برج کرامت شیرازہ بند اہلسنت سید وسالار جماعت اعلحضرت سیادت قیادت کا تاجدار قلزم ارثِ نبوت کا گوہر آبدار حقیقت ومعرفت کا شہسوار خاتم المفسرین، راس المحققین، حکیم الحکماء استاذ العلماء سند الفضلا، صدر الافاضل فخر الاماثل سیدی وسندی آقائی ومولائی ماوی وملجائی کنزی وذخری حضرت علامہ مولانا حافظ و مفتی مفسر ومحدث حکیم الحاج سید محمد نعیم الدین احمد صاحب مرادآبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا آج ہی کے دن کے مہمان ہیں۔ وصال حق سے سرفراز ہونے اور تمام اہلسنت وجماعت کو روتا بلکتا چھوڑ جانے والے ہیں۔

بعد نماز جمعہ حضرت کی خدمت میں شاہزادگان حضرت کے داماد حکیم سید حامد علی صاحب مولانا سید غلام معین الدین صاحب نعیمی ودیگر محبین موجود تھے۔ سنبھل سے آپ کے ایک عقیدت کیش چوہدری اختر حسین صاحب قدم بوسی کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت سے کچھ غذا نوش فرمانے کے لئے کہا گیا آپ نے منع فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ چوہدری صاحب کے لئے چائے کا انتظام کرو۔ چائے بنائی گئی اور چوہدری صاحب کو چائے دی گئی۔ حضرت سے بھی چائے نوشی کی گزارش کی گئی۔ فرمایا لاؤ حضرت کے داماد اور مولانا سید غلام معین صاحب نے سہارا دے کر کلی کرائی اور چائے پلانی شروع کی کہ یکایک ضعف کا ایسا حملہ ہوا کہ آپ کو پھر چارپائی پر لٹانا پڑا۔ اور کلمہ شریف سب کے سب پڑھنے لگے۔ کچھ ہی وقفہ کے بعد جب سکون ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم سب کلمہ پڑھ رہے تھے رک کیوں گئے۔ مجھے بہت سکون مل رہا تھا۔

اس کے بعد پھر مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔آپ کا شانۂ مبارک محلہ چوکی حسن خاں میں تھا،سب سے پہلے جب محلہ چوکی کی حسن خاں کے مسلمانوں کوآپ کی طبیعت اور ناسازگار حالت کی اطلاع ہوئی تو مرید ہونے کے لئے جوق در جوق کاشانہ اقدس پر حاضر ہونے لگے۔کئی عمامے ایک میں باندھ کر بالا خانہ سے لے کر نیچے تک پھیلا دیا گیا۔تل رکھنے کی جگہ نہیں جس کو دیکھو عمامہ شریف پکڑ کر مرید ہورہا ہے یکے بعد دیگر سے محلہ چوکی حسن خان کے سارے لوگ مرید ہوگئے۔بالکل اسی طرح پردے کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے مرید ہونے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اور جس جس کی بھی قسمت میں تھا حضرت قدس سرہ کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔شدہ شدہ حضرت کی ناسازیٔ طبع کی خبر پورے مرادآباد شہر میں پھیل گئی جو مرید ہو چکے تھے زیارت اور قدمبوسی کے لئے آتے رہے اور جو مرید نہیں تھے مرید ہونے کے لئے آنے لگے اور اسی طرح جس طرح محلہ کے لوگ عمامہ پکڑ کر مرید ہوئے تھے شہر کے لوگوں نے بھی عمامہ پکڑ کر مرید ہونا شروع کر دیا۔یہ سلسلہ ۱۱ بجے تک چلا ہے مگر حضور رہنمائے ملت علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے تھے کہ ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ تک جبتک زبان اقدس میں سکت تھی مرید فرماتے رہے۔اور یہ سلسلہ خیر وبرکت آخری دم تک قائم رہا اس کے بعد کچھ وقفہ کے لئے خاموش ہوگئے اور بیعت کا سلسلہ ختم فرما دیا۔اس کے بعد چشم پاک کھولی ہونٹوں پر خوشی کے آثار نظر آئے آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے رہے پیشانیٔ مقدس اور چہرۂ مبارک پر بے حد پسینہ آنے لگا۔(امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بوقتِ وصال اس قدر پسینے نکلے تھے کہ جسے بیان نہیں کیا جاسکتا)۔سینۂ اقدس پر رومال رکھا ہوا تھا خدام بار بار پسینہ پوچھتے تھے،مگر پسینہ نکلتا ہی رہتا تھا۔(بوقتِ مرگ پیشانی سے پسینہ نکلنا خاتمہ بالخیر کی علامت ہے۔راقم الحروف) بعدہٗ خود بخود قبلہ رخ ہوکر اپنے دستہائے پاک اور قدمہائے ناز کو سیدھے کر لئے۔اور اب آواز دھیرے دھیرے مدہم ہوتی چلی گئی حتّٰی کہ انتہائی زخیف آواز کے وقت شاہزادگان اور خدام نے کان لگا کر سنے تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا یک بیک سینۂ اقدس پر ایک نور کی لہر محسوس ہوئی اور ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ پر شہزادۂ نور رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی پاکیزہ زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔"اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

آپ کی وفات کی خبر پورے شہر اور اطراف واکناف میں آناً فاناً پھیل گئی اور حضرت کے مکان کے باہر سڑکوں پر،گلیوں میں لوگوں کا اژدھام ہوگیا۔حضرت کی وفات سے حضرت کے اہل بیت خاندان عزیز واقارب خدام ومحبین جامعہ نعیمیہ کے اربابِ حل وعقد مدرسین وطلباء اور تمامی اہلسنت کو جو صدمہ ہوا۔وہ بیان سے باہر ہے۔علاوہ ازیں اغیار ومعاندین کو بھی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں روتے تھے اور کہتے تھے کہ زندگی بھر ہمارا اور ان کا کیا ہی اختلاف تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم وفضل میں یکتائے روزگار اور نظر وبصیرت میں وہ بے مثال تھے۔چنانچہ سنی مدارس ومکاتب کے علاوہ مدرسہ شاہی مسجد، مدرسہ امدادیہ ودیگر مکاتب ومدارس حتّٰی کہ میونسپل کمیٹی کے تحت چلنے والے اسکول ومدارس نے بھی اس روز تعطیل کر دی تھی۔ملک بھر میں علماء کرام اور جماعت اہلسنت کے مدراس میں فوراً تار بھیجے گئے۔قرب وجوار کے علماء اور مدارس میں آدمیوں کے ذریعہ اطلاع پہونچائی گئی۔کثیر تعداد میں علماء کرام اور مشائخ عظام جسے جو ذریعہ میسر آیا مرادآباد آگئے۔

حضرت کے بڑے صاحبزادے صدر العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین صاحب قبلہ اور منجھلے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا سید اختصاص الدین صاحب قبلہ اور تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب قبلہ اور مہتمم جامعہ حضرت علامہ مولانا محمد یونس صاحب قبلہ اور خادم خاص حضرت علامہ سید غلام معین الدین صاحب نعیمی ان حضرات نے مل کر سرکار صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا۔ بعدہٗ جامۂ عروسی پہنایا گیا۔ اور پھر دو دن خانہ زیارت کرائی گئی۔ باہر زائرین کا ایک جم غفیر دیدار اور جنازہ کا منتظر تھا مگر مجمع کے اژدھام کی وجہ سے ممکن نہیں تھا کہ یکے بعد دیگرے فرداً فرداً زائرین کو زیارت کرائی جاسکے۔ لہٰذا جنازہ شریف جامعہ نعیمیہ لے چلنے کا انتظام شروع ہوا۔ تاجدار اہلسنت کے جنازہ کو کندھا دینے کی آرزو سارے حاضری و زائرین کو تھی، لہٰذا جنازہ پاک کی چار پائی میں لمبے لمبے بانس دورو یہ طریقہ پر باندھے گئے تاکہ ہر ایک جنازہ کو کندھا دے سکے پھر بھی مجمع کی کثرت کی وجہ سے کتنے لوگ محروم رہ گئے۔

حضرت کی وصیت کے مطابق جنازہ محلہ چوکی حسن خان تحصیل اسکول نئی سڑک اور کاٹھ دروازہ ہوتے ہوئے جامعہ نعیمیہ میں پہونچا۔ حضرت کے شاہزادگان توغم سے نڈھال تھے جنازہ کے سامنے انہیں کھڑا ہونا دشوار ہورہا تھا۔ لہٰذا حضور صدر العلماء (بڑے صاحبزادے) نے تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کو جنازہ پڑھانے کی اجازت دی اور حضرت تاج العلماء نے تاجدار اہلسنت کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد فراغت نماز آخری دیدار کے لئے اژدھام کی کثرت مانع تھی۔ اس لئے جنازہ دارالحدیث اور اعلان کر دیا گیا کہ زائرین فرداً فرداً ایک دروازہ سے آئیں اور دوسرے دروازہ سے نکل جائیں۔ بعدہٗ جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں آپ کی آرامگاہ مقرر ہوئی اور آپ کو سپرد خاک کرتے ہوئے زبان حال سے عرض گزار ہوئے۔

اے خاکِ تیرہ عزت مہماں نگاہ دار! ایں نور قلب ماست کہ در برگرفتۂ

لمحۂ فکریہ:

فنافی القلم، رئیس التحریر محب گرامی حضرت علامہ مولانا محمد وارث جمال صاحب قادری بارک اللہ فی علمہ وقلمہ نے بجا فرمایا ہے کہ حضور صدر الافاضل کے اخلاف و باقیات وپس ماندگان میں یوں تو پورا برصغیر ہندو پاک ہے، پورا سواد اعظم ہے جن کی گردنوں پر ان کے بے پایاں احسانات ہیں قومی ملکی مذہبی اور سیاسی وہ کونسا میدان ہے جسے آپ نے اپنے خون جگر سے لالہ زار اور اسلامیان ہند کے لئے مستنیر نہ کیا ہو۔ ''ھل جزاء الاحسان الا الاحسان'' کے طور پر کیا اسلامیان ہندو پاک کے دامن میں کوئی ایسی متاع گراں بہا ہے جنہیں ان کی بارگاہ عظمت میں بطور خراج تحسین وعقیدت پیش کیا جاسکے؟

قافلہ درد کا اس رات کی تاریکی میں منزل ضبط کا رہ رہ کے پتہ مانگے ہے

غلام غلامانِ آلِ عبار

شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی حبابی تلشی پوری ثم بلرامپوری۔

(خطیب وامام سانتا کروز اسٹیشن مسجد، وصدر تنظیم جاء الحق علما اہلسنت مالونی ماڈ۔

اجمالی سوانحی خاکہ

ولایت: ماہ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۹۸۳ء

اسم گرامی: سید محمد نعیم الدین

تاریخی نام: غلام مصطفٰے

القاب: صدر الافاضل، فخر الاماثل، استاذ العلماء

تخلص: نعیمؔ، منعمؔ

والد گرامی: حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین نزہتؔ مراد آبادی علیہ الرحمہ

جد مکرم: استاذ الشعراء حضرت مولانا سید محمد امین الدین راسخؔ ابن حضرت علامہ مولانا سید کریم الدین آزاد علیہما الرحمۃ والرضوان۔

رسم بسم اللہ خوانی: چار سال کی عمر میں

تکمیل حفظِ قرآن: آٹھ سال کی عمر میں

تعلیم: بیس (۲۰) سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت

مادر علمی: متوسطات تک گھر ہی میں اپنے والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کی بعدۂ مدرسہ امدادیہ سے فراغت ہوئی۔

دستار فضیلت: ۱۳۲۰ھ (۲۰ سال کی عمر میں)

فتویٰ نویسی: فراغت کے بعد ایک سال مشاق فرمائی بعدۂ دارالافتاء کی مستقل خدمات انجام دیتے رہے۔

اساتذہ کرام: حضرت والد صاحب قبلہ، شیخ الکل مولانا سید محمد گل صاحب قادری حافظ سید نبی حسین صاحب، حضرت حافظ حفیظ اللہ صاحب، حضرت علامہ ابوالفضل احمد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان۔

پیر و مرشد: شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلافت واجازت: شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت محمد گل قادری، اور شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی علیہما الرحمۃ۔

عقد مسنون: ۱۳۲۲ (ہمراہ صاحبزادہ رئیس اعظم مراد آباد)

اولاد امجاد: چار صاحبزادے ۱۔ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی سید ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ، ۲۔ رہنمائے ملت حضرت علامہ مولانا سید اختصاص الدین صاحب علیہ الرحمہ، ۳۔ حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الدین صاحب

علیہ الرحمہ، ۴۔حضرت مولانا حکیم سید اظہار الدین عرف حنفی میاں دام ظلہٗ۔ جو تادم تحریر با حیات ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں۔

تصانیف: تفسیر خزائن العرفان شریف۔علاوہ ازیں بیس کتابیں

قیام مدرسہ انجمن اہلسنت: ۱۳۲۸ھ

نشاۃ ثانیہ: جامعہ نعیمیہ ۱۳۵۲ھ

تنظیمی خدمات: الجمیعتہ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی کے پیٹ فارم سے اسلام دشمن تحریکوں کے تعاقب میں عظیم ترین دین وسنیت کی خدمت انجام دی جو آپ کی زندگی کا روشن ترین باب ہے۔

تبلیغی خدمات: غیر منقسم ہندوستان کے تمامی دینی مذہبی جلسوں میں آپ کی شرکت لازم ہوتی تھی۔ شدھی تحریک، وہابیت اور دیوبندیت کے طوفان بلاخیز سے قوم مسلم کو بچانے کے لئے آپ نے مسلسل سفر فرمائے اور اسلام دشمن نظریات سے آپ نے متعدد کامیاب مناظرے بھی کئے۔ اپنی بات مختصر اور دلکش انداز میں پیش فرما کر مخالف کو جلد از جلد شکست فاش دیدینا آپ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد: ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس: ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء

ماہنامہ السواد الاعظم: اسلام دشمن عناصر کی بخیہ دری کے لئے نیز اپنی بات عوام اہلسنت تک پہونچانے کے لئے آپ نے مراداباد سے اسے جاری فرمایا جو تا حیات مسلسل جاری رہا۔ بعدہٗ مولانا غلام معین الدین نعیمی کی ادارت میں پاکستان میں شائع ہوا۔

وصال پر ملال: ۱۸ ذوالحجۃ المکرمہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ رات ساڑھے بارہ بجے۔جس کا مادّہ تاریخ ''غلام رسول نکلتا ہے۔''

روضہ مقدسہ: اندرون جامعہ نعیمیہ (مسجد جامعہ کی بائیں جانب)

عرس پاک: ہر سال ۱۶، ۱۷، ۱۸ ذی الحجہ کو اندرون جامعہ انتہائی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔ (مستفاد از کتاب تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل)

تلاوت قرآن کا ثواب

رضائے الٰہی کیلئے قران پاک کی تلاوت کرنے کا ثواب

قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیم وتعلم اور تلاوت کے کثیر فضائل قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے،

(۱) اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہیے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (پ۱، البقرۃ:۱۲۱)

(۲) وَ اِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ﴿۴۵﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۴۵)

(۳) وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔

(پ۱۵، بنی اسرائیل: ۸۲)

(۴) اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِیُوَفِّیَہُمۡ اُجُوۡرَہُمۡ وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ مِنَ الۡکِتٰبِ ہُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡہُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ ۚ وَ مِنۡہُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَ مِنۡہُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَیۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ کنزالایمان: بے شک وہ جو اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز ٹوٹا (نقصان) نہیں تاکہ ان کے ثواب انہیں بھرپور دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ عطا کرے بے شک وہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے اور وہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی بے شک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَضۡلُ الۡکَبِیۡرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَہَا یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُہُمۡ فِیۡہَا حَرِیۡرٌ ﴿۳۳﴾ وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَذۡہَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَکُوۡرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِیۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَۃِ مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیۡہَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾

بندوں کوتو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں داخل ہوں گے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا اپنے فضل سے ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو۔(پ ۲۲، الفاطر: ۲۹ تا ۳۵)

(۵) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں یہ اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔(پ ۲۳، الزمر: ۲۳)

اس بارے میں احادیث کریمہ:

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، رقم ۸۰۴، ص ۴۰۳)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، روزہ اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کریں گے، روزہ عرض کرے گا، یارب عزوجل! میں نے اسے دن میں کھانے اور پینے سے روک دیا تھا لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ جبکہ قرآن کہے گا، اے رب عزوجل! میں نے اسے رات کو سونے سے روک دیا تھا لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ پھر ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔(الترغیب والترہیب، کتاب قراءۃ القرآن فی الصلاۃ، رقم ۲۲، ج ۲، ص ۲۳۰)

حضرتِ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے فرمایا، قرآن شفاعت کریگا اور اس کی شفاعت قبول کی جائے گی اور جھگڑے گا تو اس کی تصدیق کی جائے گی جو شخص اسے اپنے پیشِ نظر رکھے گا یہ جنت تک اس کی قیادت کریگا اور جو اسے پس پشت ڈال دے گا یہ اسے ہانکتا ہوا جہنم میں لے جائے گا۔

(طبرانی کبیر، رقم ۱۰۴۵۰، ج ۱۰، ص ۱۹۸)

حضرتِ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

تاجور، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا،جس نے قرآن پڑھا اور پھر اسے یاد کرلیا،اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام جانا تو اللہ عزوجل اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے گھر والوں سے ایسے دس افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوگی۔

(ترمذی،کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قاری القرآن،رقم ۲۹۱۴، ج ۴،ص ۴۱۴)

حضرتِ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا،تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(بخاری،کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، رقم ۵۰۲۷، ج ۳،ص ۴۱۰)

حضرتِ سیدنا عُقبَہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتَمُ الْمُرسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم باہر تشریف لائے ہم اس وقت صفہ (مسجد نبوی شریف کے باہر چبوترے) پر بیٹھے تھے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ روزانہ صبح کو بُطحان یا عقیق کی وادیوں میں جائے اور کوئی گناہ اور قطع رحمی کئے بغیر دو بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے کر واپس لوٹے؟ تو ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سے ہر ایک یہ پسند کرتا ہے۔فرمایا،تو تم میں سے کوئی صبح کے وقت مسجد میں کیوں نہیں جاتا اور کتاب اللہ کی دو آیتیں سیکھتا یا تلاوت کرتا کہ یہ تمہارے حق میں دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین آیتیں تمہارے لئے تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور جتنی آیتیں سیکھے گا یا پڑھے گا اتنی اونٹنیوں سے بہتر ہے۔

(مسلم،کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن،رقم ۸۰۳،ص ۴۰۲)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، مُحسنِ انسانیت صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا،اے ابوذر! تمہارا صبح کے وقت کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھنے کے لئے چلنا تمہارے لئے سو رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا صبح کے وقت علم کا ایک باب سیکھنے کے لئے جانا خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تمہارے لئے ہزار رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ،کتاب السنۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ،رقم ۲۱۹، ج ۱،ص ۱۴۲)

حضرتِ سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وٰالہٖ وسلَّم نے فرمایا،جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا، قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا کے سورج کی روشنی سے زیادہ ہوگی تو تمہارا قرآن پر عمل کرنے والے کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(ابوداوٗد، کتاب الوتر، باب فی ثواب قرأۃ القرآن، رقم ۱۴۵۳، ج ۲، ص ۱۰۰)

حضرتِ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تبار، ہم بےکسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالَم کے مالک ومختار، حبیبِ پروردگار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے قرآن پڑھا اور اسے سیکھا اور اس پر عمل کیا اس کے والدین کو قیامت کے دن نور کا ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جسکی چمک سورج کی طرح ہوگی اور اس کے والدین کو دو حلے پہنائے جائیں گے جنکی قیمت یہ دنیا ادا نہیں کرسکتی تو وہ پوچھیں گے، ہمیں یہ لباس کیوں پہنائے گئے ہیں؟ ان سے کہا جائے گا، تمہارے بچوں کے قرآن کو تھامنے کے سبب۔

(المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب من قرا القرآن وتعلمہ الخ، رقم ۲۱۳۲، ج ۲، ص ۲۷۸)

حضرتِ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، جس نے قرآن پڑھا اسے بری عمر کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ﴿5﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ترجمہ کنزالایمان: پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔

(پ ۳۰، التین: ۵۔۶)

پھر فرمایا، اچھے کام کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن پڑھا ہوگا۔

(المستدرک، کتاب التفسیر، باب من قرأ القرآن لم یرد الی ارذل العمر، رقم ۴۰۰۶، ج ۳، ص ۳۸۲)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تو جہاں آخری آیت پڑھے گا وہیں تیرا ٹھکانا ہوگا۔

(ابوداوٗد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، رقم ۱۴۶۴، ج ۲، ص ۱۰۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجَسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، قیامت کے دن قرآن پڑھنے والا آئے گا تو قرآن عرض کریگا، اے رب عزوجل! اسے حُلّہ پہنا۔ تو اسے کرامت کا حلہ پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، یا رب! اس میں اضافہ فرما۔ تو اسے کرامت کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن عرض کریگا، اے رب عزوجل! اس سے راضی ہوجا۔ تو اللہ عزوجل اس سے راضی ہوجائے گا۔ پھر اس قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا، قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ہر آیت پر اسے ایک نعمت عطا کی جائیگی۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، رقم ۲۹۲۴، ج ۴، ص ۴۱۹)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ

نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، رشک صرف دو آدمیوں پر کیا جاسکتا ہے، ایک: اس شخص پر جسے اللہ عزوجل نے قرآن سکھایا اور وہ دن رات اسے پڑھتا رہے اور اس کا پڑوسی اسے سن کر کہے کاش! مجھے بھی فلاں شخص کی مثل قرآن کی توفیق ملتی تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا، دوسرا: اس شخص پر جسے اللہ عزوجل نے مال عطا فرمایا اور وہ راہِ حق میں اسے خرچ کرے اور کوئی شخص کہے کہ کاش! مجھے بھی فلاں شخص کی مثل مال ملتا تو میں بھی اسی کی طرح عمل کرتا۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، رقم ۵۰۲۶، ج ۳، ص ۴۱۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، تین لوگ ایسے ہونگے جنہیں بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت) دہشت زدہ نہ کرسکے گی اور حساب ان تک نہ پہنچے گا، وہ مشک کے ٹیلے پر ہونگے یہاں تک کہ مخلوق حساب سے فارغ ہوجائے۔ (پہلا:) وہ شخص جو اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے قرآن پڑھے اور اس کے ذریعے قوم کی امامت کرائے اور قوم بھی اس سے راضی ہو۔ (دوسرا:) اللہ عزوجل کی رضا کے لئے نمازوں کی طرف بلانے والا (یعنی موذن)۔ (تیسرا:) وہ غلام جس نے اپنے رب عزوجل اور اپنے دنیوی آقا کا معاملہ خوش اسلوبی سے نبھایا۔

(طبرانی اوسط، من اسمہ ولید، رقم ۹۲۸۰، ج ۶، ص ۴۲۵)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، اگر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے سات مرتبہ نہ سنی ہوتی تو میں اسے ہرگز نہ بیان کرتا۔ پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تین افراد مشک کے ٹیلوں پر ہونگے قیامت کے دن کی گھبراہٹ انہیں دہشت زدہ نہ کرے گی اور وہ اس وقت بھی پرسکون ہونگے جب لوگ دہشت زدہ ہونگے۔ (۱) وہ شخص جس نے قرآن سیکھا پھر اس کے ذریعے اللہ عزوجل کی رضا اور انعام کا طلب گار رہا، الخ (طبرانی کبیر، رقم ۱۳۵۸۴، ج ۱۲، ص ۳۳۱)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، تم اللہ عزوجل کی طرف قرآن سے افضل کسی عمل کے ساتھ نہیں لوٹو گے۔

(المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب الجاھر بالقرآن الخ، رقم ۲۰۸۳، ج ۲، ص ۲۵۶)

حضرتِ سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ سیّدُ المبلغین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے بندے کو دو رکعتیں ادا کرنے سے افضل کسی شے کا اذن نہیں دیا اور بندہ جب تک نماز میں ہوتا ہے اس پر رحمتیں نچھاور ہوتی رہتی ہیں اور بندے قرآن کی مثل کسی اور چیز سے اللہ عزوجل کی قربت نہیں پاتے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ۱۷، رقم ۲۹۲۰، ج ۴، ص ۴۱۸)

حضرتِ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، بیشک لوگوں میں سے کچھ اللہ والے ہیں۔ صحابہ کرام علیھم الرضوان نے عرض کیا، یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا، قرآن پڑھنے والے کہ یہی لوگ اللہ والے اور خواص میں شامل ہیں۔

(ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضل من تعلم القرآن وعلمہ، رقم ۲۱۵، ج۱، ص ۱۴۰)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ سیدنا اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ ایک رات اپنے اصطبل میں قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے کہ ان کا گھوڑا چکر لگانے لگا۔ انہوں نے دوبارہ قرآن کی تلاوت شروع کی تو گھوڑا دوبارہ چھلنے لگا، تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا۔ حضرتِ سیدنا اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں گھوڑا (میرے بیٹے) یحیٰ کو نہ روند ڈالے، جب میں گھوڑے کو پکڑنے کیلئے کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک چھتری سایہ کناں ہے جس میں چراغ روشن ہے اور وہ چھتری فضا میں معلق ہے پھر وہ فضاء میں گم ہوگئی اور میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

صبح کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں گزشتہ رات اپنے اصطبل میں قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا کہ میرا گھوڑا مست ہوگیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے ابن حضیر! قرآن پڑھو۔ میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو گھوڑا پھر مست ہوگیا۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے پھر فرمایا، اے ابن حضیر! پڑھو۔ تو میں پڑھنے لگا اور گھوڑا پھر مست ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا، اے ابن حضیر پڑھتے رہو۔ پھر جب میں وہاں سے لوٹا تو میں نے اپنے سر پر ایک چھتری کو سایہ کناں دیکھا جس میں چراغ روشن تھے اور وہ فضاء میں معلق تھی پھر وہ فضاء میں بلند ہوتی گئی یہاں تک کہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی، اسوقت (میرا بیٹا) یحیٰ گھوڑے کے قریب تھا مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے روند نہ ڈالے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یہ ملائکہ تھے جو تمہاری قراءت سننے آئے تھے اگر تم تلاوت کرتے رہتے تو صبح لوگ انہیں دیکھتے اور ان میں سے کوئی پوشیدہ نہ رہتا۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن، رقم ۷۹۶، ص ۳۹۹)

حضرتِ سیدنا براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ ؤالہٖ وسلّم نے فرمایا، یہ سکینہ تھا جو قرآن کے لئے اترا تھا۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن، رقم ۷۹۵، ص ۳۹۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب میں مڑا تو میں نے آسمان وزمین کے درمیان چراغ لٹکے ہوئے دیکھے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قراءت جاری رکھنے کی استطاعت نہ رکھ سکا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو قران پاک کی قراءت سننے کے لئے اترے تھے اگر تم قراءت کرتے رہتے تو بہت سے عجائبات دیکھتے۔

(المستدرک، کتاب فضائل القرآن، باب الامر بتعاھد القرآن والنھی الخ، رقم ۲۰۷۹، ج ۲، ص ۲۵۴)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال،، دافِعِ رنج و مَلال، صاحبِ جُودونوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، جوقوم اللہ عزوجل کے گھروں میں سے کسی ایک گھر میں کتاب اللہ عزوجل کی تلاوت کرنے اور آپس میں اس کی تکرار کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے توان پر سکینہ نازل ہوتا ہے، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ انہیں (اپنے پروں سے) چھوتے ہیں اور اللہ عزوجل ملائکہ کے سامنے ان کا چرچا فرماتا ہے۔

(مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم ۲۶۹۹، ص ۱۴۴۷)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ خاتَمُ المُرسَلین، رَحمَۃٌ لِّلعٰلمین، شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین، مَحبوبِ ربُّ العٰلمین، جنابِ صادق و امین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، جو کتاب اللہ عزوجل میں سے ایک حرف پڑھے گا تو اسے ایک نیکی ملے گی اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرأ حرفا..الخ، رقم ۲۹۱۹، ج ۴، ص ۴۱۷)

جبکہ ایک روایت میں ہے کہ، بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کے دسترخوان کی مثل ہے لہذا تم سے جتنا ہو سکے اس دسترخوان سے کھالیا کرو، یہ قرآن اللہ عزوجل کی رسی، روشن نور اور نفع بخش شفا ہے جو اسے تھام لے یہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو اس کی پیروی کرے تو اس کیلئے نجات ہے، یہ کج روی اختیار نہیں کرتا کہ اسے منانا پڑے، ٹیڑھا نہیں ہوتا کہ اسے سیدھا کرنا پڑے، اس کے عجائبات ختم نہیں ہونگے نہ ہی یہ کثرتِ تکرار سے بوسیدہ ہوگا، اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ اللہ عزوجل اس کے ہر حرف کی تلاوت پر تمہیں دس نیکیاں عطا فرمائے گا اور میں نہیں کہتا کہ ال،م ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

(المستدرک، کتاب فضائل القرآن، رقم ۲۰۸۴، ج ۲، ص ۲۵۶)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نُبوت، مَخزنِ جودوسخاوت، پیکرِ عظمت وشرافت، مَحبوبِ رَبُّ العزت، محسنِ انسانیت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے کتاب اللہ عزوجل کی ایک آیت توجہ کے ساتھ سنی اس کے لئے نیکی اضافہ کے ساتھ لکھی جائے گی اور جس نے اس کی تلاوت کی وہ آیت قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگی۔

(مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، رقم ۸۵۰۲، ج ۳، ص ۲۴۵)

حضرتِ سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت فرمائیے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کے خوف کو خود پر لازم کرلو کیونکہ یہی ہر کام کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا، مزید نصیحت فرمائیے۔ تو ارشاد فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کو خود پر لازم کرلو کیونکہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمانوں میں

ذخیرہ ہوگی۔

(الترغیب والترہیب، کتاب قراءۃ القران، باب الترغیب فی قراءۃ القرآن، رقم ۱۰، ج ۲، ص ۲۲۷)

حضرتِ سیدنا ابوسَعِید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَرصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جسے قرآن نے مجھ سے مانگنے سے روک دیا میں اسے سوال کرنے والوں سے افضل شے عطا فرماؤں گا اور کلام اللہ عزوجل کو دیگر کلاموں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی اللہ عزوجل کی اپنی مخلوق پر فضیلت ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب (۲۵)، رقم ۲۹۳۵، ج ۴، ص ۲۲۷)

حضرتِ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا، قرآن پڑھنے والے مؤمن کی مثال اس سنگترے کی طرح ہے جسکی خوشبو بھی اچھی ہے اور ذائقہ بھی اچھا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال اس کھجور کی طرح ہے جسکی خوشبو تو نہیں ہوتی مگر ذائقہ اچھا ہوتا ہے اور قرآن پڑھنے والے منافق یا فاجر کی مثال اس پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے مگر ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق یا فاجر کی مثال اس تمّاں (ایک بوٹی) کی طرح ہوتی ہے جس کی خوشبو نہیں ہوتی اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضیلۃ حافظ القرآن، رقم ۷۹۷، ص ۴۰۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، مَحبوبِ رَبِّ اکبر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک لشکر تیار فرمایا جو کثیر افراد پر مشتمل تھا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ان سے قرآن پڑھنے کے لئے کہا سب لوگ قرآن پڑھنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک چھوٹے بچے کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے عرض کیا، اتنا اتنا اور سورہ بقرہ۔ آپ نے فرمایا، کیا تمہیں سورہ بقرہ یاد ہے؟ اس نے عرض کیا، جی ہاں۔ فرمایا، جاؤ تم ان کے امیر ہو۔

تو ان کے سرداروں میں سے ایک شخص نے عرض کیا، خدا کی قسم! سورہ بقرہ سیکھنے سے مجھے صرف اس خوف نے روک دیا کہ میں اسے یاد نہ رکھ سکوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قرآن سیکھو اور اسے پڑھا کرو کیونکہ قرآن سیکھ کر پڑھنے والے کی مثال مشک سے بھرے ہوئے چمڑے کے تھیلے کی طرح ہے جس کی خوشبو سارے گھر میں پھیل جاتی ہے اور جس نے قرآن سیکھا پھر غافل ہو گیا اور اس کے سینے میں قرآن ہے تو اس کی مثال چمڑے کے اس تھیلے کی طرح ہے جس کے ذریعے مشک کو ڈھانپ دیا گیا ہو۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ الخ، رقم ۲۸۸۵، ج ۴، ص ۴۰۱)

ام المومنین حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی مُکَرَّم، نُورِ مُجسَّم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، قرآن پڑھنے میں مہارت رکھنے والا کراماً کاتبین کے ساتھ ہے اور جو مشقت کے ساتھ اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے اس کے لئے دُگنا ثواب ہے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الماھر بالقرآن الخ، رقم ۷۹۸، ص ۴۰۰)

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا گویا اس نے اپنے پہلو میں (علمِ) نبوت کو سمولیا مگر یہ کہ اس پر وحی نہیں آتی۔

(المستدرک، کتاب اخبار فی فضائل القرآن، باب فضیلۃ قراءۃ القرآن، رقم ۲۰۷۲، ج ۲، ص ۲۵۲)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر و بَر صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جو شخص پانچوں نمازوں کی پابندی کریگا وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا اور جس نے ایک رات میں سو آیتیں پڑھیں اسے عبادت گزار بندوں میں لکھا جائے گا۔

(ابن خزیمہ، کتاب جماع ابواب صلاۃ التطوع باللیل، رقم ۱۱۴۲، ج ۲، ص ۱۸۰)

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ پاک، صاحبِ لَولاک، سیّاحِ افلاک صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا، جس نے ایک رات میں دس آیتیں پڑھیں اسے غافلین میں نہ لکھا جائے گا۔

(مستدرک، کتاب اخبار فی فضائل القرآن، باب من قرأ عشر آیات الخ، رقم ۲۰۸۵، ج ۲، ص ۲۵۷)

سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کا خواب میں دیدار کیا تو عرض کیا، یا رب عزوجل! جن اعمال کے ذریعے تیرے بندے تیرا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا، اے احمد! وہ میرا کلام پڑھنا ہے۔ میں نے عرض کیا، سمجھ کر پڑھنا یا بغیر سمجھے؟ فرمایا، سمجھ کر اور بغیر سمجھے دونوں طرح سے۔

منزل ۱

ایاتھا ۷ ۱ سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ رکوعھا ۱

سورۂ فاتحہ مکی ہے و۱ اور اس میں سات آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا و۲

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا و۳ بہت مہربان رحمت والا روز جزا کا مالک و۴

و۱ 'بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی حَبِیۡبِہِ الۡکَرِیۡمِ' سورۂ فاتحہ کے اسماء، اس سورۃ کے متعدد نام ہیں۔ فاتحہ، فاتحۃ الکتاب، اُمُّ القرآن، سورۃ الکنز، کافیہ، وافیہ، شافیہ، شفا، سبع مثانی، نور، رقیہ، سورۃ الحمد، سورۃ الدعا، تعلیم المسئلہ، سورۃ المناجاۃ، سورۃ التفویض، سورۃ السوال، اُمُّ الکتاب، فاتحۃ القرآن، سورۃ الصلوۃ۔ اس سورۃ میں سات آیتیں ستائیس کلمے ایک سو چالیس حرف ہیں کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں۔

شانِ نُزول:

یہ سورۃ مکّہ مکرّمہ یا مدینہ منوّرہ یا دونوں میں نازل ہوئی۔ عمرو بن شرجیل سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا میں ایک ندا سنا کرتا ہوں جس میں اِقۡرَاۡ کہا جاتا ہے، ورقہ بن نوفل کو خبر دی گئی عرض کیا، جب یہ ندا آئے آپ باطمینان سنیں، اس کے بعد حضرت جبریل نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا فرمایئے 'بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نُزول میں یہ پہلی سورت ہے مگر دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سورۂ اِقۡرَاۡ نازل ہوئی۔ اس سورت میں تعلیماً بندوں کی زبان میں کلام فرمایا گیا ہے۔

احکام:

مسئلہ: نماز میں اس سورت کا پڑھنا واجب ہے امام و منفرد کے لئے تو حقیقتاً اپنی زبان سے اور مقتدی کے لئے بقرأتِ حکمیہ یعنی امام کی زبان سے۔ صحیح حدیث میں ہے 'قِرَاءَۃُ الۡاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ' امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔ قرآنِ پاک میں مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قرأت سننے کا حکم دیا ہے۔ 'اِذَا قُرِیَٔ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَہٗ وَ اَنۡصِتُوۡا'۔ مسلم شریف کی حدیث ہے 'اِذَا قَرَاَ فَاَنۡصِتُوۡا' جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو اور بہت احادیث میں یہی مضمون ہے۔

مسئلہ: نمازِ جنازہ میں دعا یاد نہ ہو تو سورۂ فاتحہ بہ نیتِ دعا پڑھنا جائز ہے، بہ نیتِ قرأت جائز نہیں (عالمگیری)

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ
ہم تجھی کو پوجیں وٍ۵ اور تجھی سے مدد چاہیں وٍ۶ ہم کو سیدھا راستہ چلا وٍ۷ راستہ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۠ ع
اُن کا جن پر تو نے احسان (انعام) کیا وٍ۸ نہ اُن کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا وٍ۹

سورۂ فاتحہ کے فضائل:

احادیث میں اس سورہ کی بہت سے فضیلتیں وارد ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا توریت وانجیل وزبور میں اس کی مثل سورت نہ نازل ہوئی۔ (ترمذی) ایک فرشتہ نے آسمان سے نازل ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام عرض کیا اور دو ایسے نوروں کی بشارت دی جو حضور سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوئے، ایک سورۂ فاتحہ، دوسرے سورۂ بقر کی آخری آیتیں۔ (مسلم شریف) سورۂ فاتحہ ہر مرض کے لئے شفا ہے۔ (دارمی) سورۂ فاتحہ سو مرتبہ پڑھ کر جو دعا مانگے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ (دارمی)

استعاذہ

مسئلہ: تلاوت سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم" پڑھنا سنت ہے۔ (خازن) لیکن شاگرد استاد سے پڑھتا ہو تو اس کے لئے سنت نہیں۔ (شامی)

مسئلہ: نماز میں امام ومنفرد کے لئے سبحان سے فارغ ہو کر آہستہ اعوذ الخ پڑھنا سنت ہے۔ (شامی) التسمیہ

وٍ۲ مسئلہ: "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" قرآنِ پاک کی آیت ہے مگر سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورہ کا جزو نہیں اسی لئے نماز میں جہر کے ساتھ نہ پڑھی جائے۔ بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" سے شروع فرماتے تھے۔

مسئلہ: تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک مرتبہ بسم اللہ جہر کے ساتھ ضرور پڑھی جائے تاکہ ایک آیت باقی نہ رہ جائے۔

مسئلہ: قرآنِ پاک کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کی جائے سوائے سورۂ برأت کے۔

مسئلہ: سورۂ نمل میں آیتِ سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ مستقل آیت نہیں بلکہ جزوِ آیت ہے بلا خلاف اس آیت کے ساتھ ضرور پڑھی جائے گی، نماز جہری میں جہراً سری میں سراً۔

مسئلہ: ہر مباح کام بسم اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے۔

حضرتِ سیّدنا عبداللہ ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرتِ سیّدنا عثمان ابنِ عفّان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے نبیوں کے سلطان ،سرورِ ذیشان،سردارِ دو جہان، صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (کی فضیلت) کے بارے میں اِستِفسار کیا،تو اللہ کے محبوب، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب عَزَّ وَجَلَّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا،'یہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اِسمِ اَعظم اور اسکے درمیان ایسا ہی قُرب ہے جیسے آنکھ کی سیاہی (پُتلی) اور سفیدی میں۔'

(اَلْمُستَدرَک لِلحاکِم ج اوّل ص ۷۳۸ رقم الحدیث ۲۰۷۱)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! 'اِسمِ اَعظم' کی بَہُت بَرَکتیں ہیں، اِسمِ اَعظم کے ساتھ جو دُعاء کی جائے وہ قَبول ہوجاتی ہے، 'سرکارِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدِ ماجِد حضرت رئیسُ المتکلّمین مولٰینا نقی علی خان علیہ رحمۃ الحنّان فرماتے ہیں،'بعض عُلَماء نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو اِسمِ اَعظم کہا۔ سرکارِ بغداد حُضورِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، بسم اللہ زَبانِ عارِف (عارِف یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو پہچاننے والا) سے ایسی ہے جیسے کلامِ خالِق عَزَّ وَجَلَّ سے 'کُن' ۔'('کُن' یعنی ہوجا')

زَبانِ عارِف (عارِف یعنی اللہ عَزَّ وَجَلَّ کو پہچاننے والا) سے ایسی ہے جیسے کلامِ خالِق عَزَّ وَجَلَّ سے 'کُن' ۔'('کُن' یعنی ہوجا')

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے نیک اور جائز کاموں میں بَرَکت داخِل کرنے کیلئے ہمیں پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ضَرور پڑھ لینا چاہیے۔ اگر آپ بات بات پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھنے کی عادت بنانے کے آرزو مند ہیں تو دعوتِ اسلامی کے سنّتوں کی تربیّت کے مَدَنی قافلوں میں عاشقانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے ساتھ سنّتوں بھرے سفر کو اپنا معمول بنا لیجئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافلوں میں دعائیں کرنے والوں کے مسائل حل ہونے کے مُتَعَدّد واقِعات ملتے رہتے ہیں۔

مفسّرِ شہیر حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان فرماتے ہیں ،اللہ تعالیٰ نے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں اپنے اِسمِ ذات کے ساتھ رَحمت کی دو صِفات کا بیان فرمایا ہے کیوں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نامِ مبارک میں ہیبت تھی اور رَحمٰن اور رَحیم میں رَحمت۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا نام سن کر نیک بندوں کو بھی کچھ عرض کرنے کی جُرأت (جُر۔ءَت) نہ ہوتی تھی لیکن رَحمٰن اور رَحیم سن کر ہر مجرم اور خطا کار کو بھی عرض کرنے کی ہمّت پڑی اور حقیقت بھی یہی ہے، اس کے جلال کے سامنے کون دَم مار سکتا ہے اور ظُہُورِ جمال کے وَقت ہر ایک ناز کر سکتا ہے۔'تفسیرِ کبیر شریف' میں اس کے ماتحت ایک عجیب حِکایت لکھی ہے کہ ایک سائل ایک بَہُت بڑے مالدار کے عظیم الشّان دروازے پر آیا اور کچھ سُوال کیا، مکان میں سے معمولی سی چیز آئی۔ فقیر نے لے لی اور چلا گیا۔ دوسرے دن ایک بہت مضبوط پھاوَڑا لے کر آیا اور دروازہ کھودنے لگا، مالِک نے پوچھا، یہ کیا کرتا ہے؟ فقیر نے کہا،'یا تو عطا کو دروازے کے لائق کر یا دروازہ عطا کے لائق کر' یعنی جب دروازہ اتنا بڑا بنایا ہے تو ضَروری ہے کہ بڑے دروازے سے بڑی ہی بھیک ملا کرے کیونکہ

عطا دروازے اور نام کے لائق ہی ہونی چاہیے۔ہم فقیر گنہگار بندے بھی عرض کرتے ہیں، اے مولیٰ! عَزَّ وَجَلَّ ہم کو ہمارے لائق نہ دے بلکہ اپنے جُودوسخا کے لائق دے۔ بیشک ہم گنہگار ہیں لیکن تیری غفّاری ہماری گنہگاری سے وسیع ہے (تفسیرِ نعیمی پہلا پارہ ص ۴۰)

گُنہِ گدا کا حساب کیا وہ اگرچہ لاکھ سے ہیں سوا
مگر اے عَفُو ترے عَفْو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

سورۂ فاتحہ کے مضامین:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، ربوبیت، رحمت، مالکیت، استحقاقِ عبادت، توفیقِ خیر، بندوں کی ہدایت، توجہ الی اللہ، اختصاصِ عبادت، استعانت، طلبِ رُشد، آدابِ دعا، صالحین کے حال سے موافقت، گمراہوں سے اجتناب و نفرت، دنیا کی زندگانی کا خاتمہ، جزاء اور روزِ جزاء کا مُصرَّح و مُفصَّل بیان ہے اور جملہ مسائل کا اجمالاً۔

ف۳ حمد

مسئلہ: ہر کام کی ابتداء میں تسمیہ کی طرح حمدِ الٰہی بجالانا چاہیئے۔

مسئلہ: کبھی حمد واجب ہوتی ہے جیسے خطبۂ جمعہ میں، کبھی مستحب جیسے خطبۂ نکاح و دعا و ہر امرِ ذیشان میں اور ہر کھانے پینے کے بعد، کبھی سنّتِ مؤکّدہ جیسے چھینک آنے کے بعد۔ (طحطاوی)

چھینک پر حمدِ الٰہی (عَزَّ وَجَلَّ) بجالانا مسنون ہے، بہت لوگ صرف اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہتے ہیں۔ پورا کلمہ کہنا چاہیے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حدیث میں ہے جو چھینک پر اَلْحَمْدُ لِلّٰه کہے فرشتہ کہتا ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اس کلمہ کو پورا کردیتا ہے اور جو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرشتہ کہتا ہے یَرْحَمُكَ الله، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) تجھ پر رحم کرے۔ (کنز العمال، کتاب الصحبۃ، قسم الافعال، حدیث ۲۵۷۶۴، ج۹ ص۹۹)

'رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ' میں تمام کائنات کے حادث، ممکن، محتاج ہونے اور اللہ تعالیٰ کے واجب، قدیم، ازلی، ابدی، حی، قیوم، قادر، علیم ہونے کی طرف اشارہ ہے جن کو ربُّ العالمین مستلزم ہے۔ دو لفظوں میں علمِ الٰہیات کے اہم مباحث طے ہوگئے۔

عقیدہ: جس طرح اُس کی ذات قدیم اَزلی اَبدی ہے، صفات بھی قدیم اَزلی اَبدی ہیں۔

عقیدہ: ذات وصفات کے سوا سب چیزیں حادث ہیں، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔

عقیدہ: صفاتِ الٰہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے، گمراہ بد دین ہے۔

عقیدہ: جو عالَم میں سے کسی شے کو قدیم مانے یا اس کے حدوث میں شک کرے، کافر ہے۔

ف۴ 'مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ' ملک کے ظہورِ تام کا بیان اور یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں

کیونکہ سب اس کے مملوک ہیں اور مملوک مستحقِ عبادت نہیں ہوسکتا۔اسی سے معلوم ہوا کہ دنیا دار العمل ہے اور اس کے لئے ایک آخر ہے۔ جہان کے سلسلہ کو ازلی وقدیم کہنا باطل ہے۔ اختتامِ دنیا کے بعد ایک جزاء کا دن ہے اس سے تناسخ باطل ہوگیا۔

۵ 'اِيَّاكَ نَعْبُدُ' ذکر ذات وصفات کے بعد یہ فرمانا اشارہ کرتا ہے کہ اعتقاد عمل پر مقدّم ہے اور عبادت کی مقبولیت عقیدے کی صحت پر موقوف ہے۔

مسئلہ: 'نَعْبُدُ' کے صیغۂ جمع سے ادا بجماعت بھی مستفاد ہوتی ہے اور یہ بھی کہ عوام کی عبادتیں محبوبوں اور مقبولوں کی عبادتوں کے ساتھ درجۂ قبول پاتی ہیں۔

مسئلہ: اس میں ردّ شرک بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کسی کے لئے نہیں ہوسکتی۔

عقیدہ: شرک کے معنی غیرِ خدا کو واجبُ الوجود یا مستحق عبادت جاننا، یعنی اُلوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے، اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں

۶ 'وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ' میں یہ تعلیم فرمائی کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات وخدام واحباب وغیرہ سب عونِ الٰہی کے مَظہَر ہیں، بندے کو چاہئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے۔اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدہ باطلہ ہے کیونکہ مقربانِ حق کی امداد امدادِ الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں، اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے جو وہابیہ نے سمجھے تو قرآنِ پاک میں 'اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ' اور 'اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ' کیوں وارد ہوتا اور احادیث میں اہلُ اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی۔

امام علامہ خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین فقیہ محدث ناصر السنۃ ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی (683-756ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب مستطاب 'شفاء السقام' میں استمداد واستعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

یعنی: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں یہ تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت سے منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

['شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام'، الباب الثامن فی التوسل۔۔۔ إلخ، ص ۱۷۵]۔

صدقت یا سیدی جزاک اللہ عن الإسلام والمسلمین خیراً آمین!

اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین (ت)

فقیہ محدث علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی (۹۷۳ھ) قدس سرہ الملکی کتاب افادت نصاب 'جوہر منظم' میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دے کر فرماتے ہیں:

یعنی: 'رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ و واسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریادرسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریادرسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو'

['الجوہر المنظم'، الفصل السابع، فیما ینبغی للزائر۔۔۔ إلخ، ص ۶۲]

فتاوی رضویہ، ج ۲۱، ص ۳۳۱-۳۳۲ میں ہے: 'اھل استعانت سے پوچھو تو کہ تم انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوۃ والسلام والثناء کو عیاذاً باللہ خدا یا خدا کا ہمسر یا قادر بالذات یا معین مستقل جانتے ہو یا اللہ عزوجل کے مقبول بندے اس کی سرکار میں عزت ووجاہت والے اس کے حکم سے اس کی نعمتیں بانٹنے والے مانتے ہو، دیکھو تو تمھیں کیا جواب ملتا ہے۔

۷ 'اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ' معرفتِ ذات وصفات کے بعد عبادت، اس کے بعد دعا تعلیم فرمائی اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بندے کو عبادت کے بعد مشغولِ دعا ہونا چاہئے۔ حدیث شریف میں بھی نماز کے بعد دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن)۔

صراطِ مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خُلقِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضور کے آل واصحاب ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم طریقِ اہلِ سنت ہے جو اہلِ بیت واصحاب اور سنّت وقرآن وسوادِ اعظم سب کو مانتے ہیں۔

۸ 'صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ' جملہ اُولیٰ کی تفسیر ہے کہ صراطِ مستقیم سے طریقِ مسلمین مراد ہے، اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں کہ جن امور پر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہو وہ صراطِ مستقیم میں داخل ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ سنّت وجماعت کی پیروی کرے اہل سنت وجماعت وہ لوگ ہیں جو عقائد واعمال میں قرآن وسنت کی پیروی کرتے ہیں اور انہی عقائد واعمال پر تمام صحابہ وتابعین کا بھی عمل رہا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ حصہ اول، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۱۷۱، مکتبہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

۹ ’غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ‘ اس میں ہدایت ہے کہ مسئلہ طالبِ حق کو دشمنانِ خدا سے اجتناب اوران کے راہ ورسم، وضع واطوار سے پرہیز لازم ہے۔ترمذی کی روایت ہے کہ ’مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ‘ سے یہود اور ’ضَآلِّيْنَ‘ سے نصاریٰ مراد ہیں۔

مسئلہ: ضاد اور ظاء میں مبائنت ذاتی ہے،بعض صفات کا اشتراک انہیں متحد نہیں کرسکتا لہٰذا غیر المغظوب بظاء پڑھنا اگر بقصد ہو تو تحریفِ قرآن وکُفر ہے ورنہ ناجائز۔

مسئلہ: جو شخص ضاد کی جگہ ظا پڑھے اس کی امامت جائز نہیں۔(محیطِ برہانی)

’آمِیْنَ‘ اس کے معنی ہیں ایسا ہی کر یا قبول فرما۔

مسئلہ: یہ کلمہ ٔ قرآن نہیں۔

مسئلہ: سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے،نماز کے اندر بھی اور نماز کے باہر بھی۔

مسئلہ: حضرت امامِ اعظم کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں آمین اخفاء کے ساتھ یعنی آہستہ کہی جائے،تمام احادیث پر نظر اور تنقید سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جَہر کی روایتوں میں صرف وائل کی روایت صحیح ہے اس میں ’مَدَّ بِھَا‘ کا لفظ ہے جس کی دلالت جَہر پر قطعی نہیں جیسا جَہر کا احتمال ہے ویسا ہی بلکہ اس سے قوی مد ہمزہ کا احتمال ہے اس لئے یہ روایت جَہر کے لئے حُجّت نہیں ہوسکتی، دوسری روایتیں جن میں جَہر و رفع کے الفاظ ہیں ان کی اسناد میں کلام ہے علاوہ بریں وہ روایت بالمعنی ہیں اور فہمِ راوی حدیث نہیں لہٰذا آمین کا آہستہ ہی پڑھنا صحیح تر ہے۔